خواجہ غریب نواز کی حیات و تعلیمات کا ایک مختصر تذکرہ

برکاتِ خواجہ

مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری

نوری مشن مالیگاؤں
پیش کش: رضا لائبریری مالیگاؤں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

     /makhtarraza1011

عطائے رسول، خواجہ غریب نواز معین الدین حسن چشتی علیہ الرحمہ

کی حیات و تعلیمات کا ایک مختصر تذکرہ

برکاتِ خواجہ

رشحاتِ خامہ

(مولانا) محمد عبد المبین نعمانی قادری

دار العلوم قادریہ، چریا کوٹ، مئو، یوپی

ناشر: نوری مشن، مالیگاؤں

ھدیہ: دعاے خیر بحق معاونین

تفصیلات

سلسلہ اشاعت نمبر		(۹۲)
نام کتاب	:	برکاتِ خواجہ (غریب نواز قدس سرہ)
نام مولف	:	مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری
حروف چیں	:	محمد افروز قادری چریاکوٹی عفی عنہ
بارِ اوّل	:	رجب المرجب ۱۴۳۸ھ / اپریل ۲۰۱۷ء
تعدادِ اشاعت	:	دو ہزار (2,000)
صفحات	:	۶۴
ہدیہ	:	دعاے خیر بحق معاونین
ناشر	:	نوری مشن، رضا لائبریری مالیگاؤں

ملنے کے پتے

نوری مشن، کیر آف مدینہ کتاب گھر، اولڈ آگرہ روڈ، مالیگاؤں، (ناسک)

المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی 276404

کمال بک ڈپو، نزد مدرسہ شمس العلوم، گھوسی، مئو، یوپی، انڈیا۔

زیب نگارِش

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلي و نسلم علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ آلہ

و صحبہ أجمعین أما بعد !

زیر نظر رسالہ ’**عطائے رسول خواجہ غریب نواز حیات وتعلیمات کا ایک مختصر جائزہ**‘ (موسوم بہ برکاتِ خواجہ) خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر میرے لکھے ہوئے چند مضامین ومقالات کا مجموعہ ہے، جس میں حیات وخدمات کا تو مختصر تذکرہ ہے، تعلیمات وارشادات اور عبرت ونصیحت کے واقعات پر خاص طور سے روشنی ڈالی گئی ہے، تاکہ خواجہ بزرگ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقیدت مند انھیں پڑھیں اور اپنے اندر دینی بیداری لائیں، خود عمل کریں اور دوسروں کو بھی عمل کی دعوت دیں۔ لہٰذا اسے سوانح حیات کی کتاب نہ سمجھا جائے عبرت وموعظت کا گلدستہ سمجھ کر مطالعے میں لایا جائے تو زیادہ فائدے کی اُمید ہے۔

خواجہ پاک کا اصل مشن تھا اسلام کے پیغام کو عام کرنا، ہدایت کے نور کو پھیلانا اور کفر وشرک کی ظلمت کو کافور کرنا، ان سے بہ اذنِ الٰہی جن کرامتوں کا ظہور ہوا اس میں بھی مصلحت خداوندی تھی کہ ان کی قوت سے باطل کا زور ٹوٹے اور اسلام کی بالا دستی اُجاگر ہو، **لیکن ہم اہل ایمان کے لیے تو آپ کا درسِ ایمان وعمل، آپ کا زہد وتقویٰ اور اتباعِ سنت وشریعت میں ڈوبی ہوئی زندگی بہترین نمونہ ہے اور قیامت تک اس سے روشنی حاصل کی**

جاتی رہے گی؛ لہٰذا خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کی زندگی کے اس پہلو کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے بلکہ اسے ہی نمونۂ عمل بنانے کی ضرورت ہے، ان کی زندگی کے انھیں روشن اور چمکتے گوشوں کو اس مختصر رسالے میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

اُمید ہے کہ برادرانِ اسلام اور محبانِ خواجہ اسے دلچسپی سے مطالعے کی میز پر سجائیں گے اور اپنے مستقبل کو اُجالیں گے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانانِ ہند کو خصوصاً اور مسلمانانِ عالم کو عموماً ان انمول ارشادات اور قیمتی واقعات سے سبق لینے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ **وما توفیقی الا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ انیب۔**

اِدارہ **نوری مشن مالیگاؤں** (ناسک) کی جانب سے عزیزی غلام مصطفےٰ رضوی نے جو ایک نوجوان اور اچھے قلم کار ہیں اس مختصر رسالے کو شائع کرنے کی ترکیب بنائی ہے۔ راقم ان کا شکر گزار ہے اور مزید توفیق خیر کے لیے دعا گو بھی۔ دیگر محبان خواجہ غریب نواز بھی اس کو شائع کرنا چاہیں تو راقم سطور سے اجازت لے کر شائع کر سکتے ہیں۔

محمد عبد المبین نعمانی قادری

خادم دار العلوم قادریہ، چریا کوٹ، ضلع مئو، یوپی 276129

۹؍ جمادی الآخرہ، ۱۴۳۸ھ...... مطابق ۹؍ مارچ ۲۰۱۷ء

ہدایت کا مینار
خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ

حضرت خواجہ ابو اسحٰق شامی (متوفیٰ ۳۲۹ھ/ ۹۴۰ء) پہلے بزرگ ہیں جن کے نام کے ساتھ تذکروں میں چشتی لکھا ہوا ملتا ہے۔ آپ حضرت خواجہ ممشاد علی دینوری (۲۹۸ھ/ ۹۱۰ء) کے مرید تھے۔ آپ شام سے چل کر بغداد حضرت دینوری کی خدمت میں آئے تو پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ عرض کیا، ابو اسحاق شامی، فرمایا: ’’آج سے لوگ تجھے ابو اسحاق چشتی کہہ کر پکاریں گے، چشت اور اس کے نواح کے لوگ تجھ سے ہدایت پائیں گے اور ہر وہ شخص جو تیرے سلسلۂ ارادت میں داخل ہوگا اس کو قیامت تک چشتی کہہ کر پکاریں گے۔‘‘ (لطائف اشرفی)

واضح رہے کہ چشت خراسان کے ایک مشہور شہر کا نام ہے وہاں اصلاح و تربیت کا ایک مرکز قائم تھا جس کی وجہ سے اس کو بڑی شہرت ملی، وہاں کے لوگوں کو حضرت ابو اسحاق شامی سے ہدایت ملی اس لیے آپ کے سلسلہ کو سلسلۂ چشتیہ کے نام سے یاد کیا گیا، حتیٰ کہ خود ابو اسحاق شامی کو شامی کے بجاے چشتی کہا جانے لگا۔

سلطان الہند خواجہ معین الدین حسن سجزی قدس سرہٗ کا سلسلہ طریقت چھ واسطوں سے حضرت ابو اسحاق چشتی تک پہنچتا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب اپنی جاے سکونت سجستان یا سیستان کی طرف منسوب ہو کر سَجْزِی کہلائے، سنجری (سین کے بعد نون) محققین کے نزدیک غلط ہے، سنجر ایک بادشاہ کا نام ہے خواجہ صاحب کا جس سے کوئی تعلق نہیں۔ بالفرض سنجر کوئی جگہ ہو بھی تو اس کا خواجہ صاحب کی جاے پیدائش ہونا ثابت نہیں۔ اور

جہاں کہیں سنجر لکھا ہوا یا چھپا ہوا پایا جاتا ہے اصلاً سَجز ہے نہ کہ سَنجَر، لہٰذا صحیح نسبت سَجْزِی ہی ہے ('س' کے بعد 'ج' پھر 'ز' اور 'ی'، اس طرح SAJZI)

ولادت ووفات

خواجہ غریب نواز کی ولادت ۵۳۵ھ اور وفات ۶ رجب ۶۳۱ھ اور بعض مورّخین کے بقول ولادت ۵۳۰ھ اور وفات ۶۲۷ھ میں ہے۔

طلب مرشد

پندرہ سال کی عمر میں والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا ترکہ میں ایک باغ ملا جس کی نگرانی کرتے تھے، اچانک ایک مجذوب ابراہیم قندوزی باغ میں آئے۔آپ نے ان کی خدمت میں انگور کے خوشے پیش کیے، لیکن انھوں نے انگور نہیں کھایا اور کھلی کے ایک ٹکڑے کو دانتوں سے چبا کر خواجہ کے منہ میں ڈال دیا، کھلی کا کھانا تھا کہ حضرت کا دل نورِ الٰہی سے روشن ہو گیا۔ (سیر العارفین)

اس کے بعد ہی آپ نے دنیا کو خیر باد کہہ کر طلب خدا کی راہ لی، پہلے بخارا و سمرقند جا کر علم ظاہر سے سرفراز ہوئے پھر عراق کی طرف روانہ ہوئے اور قصر ہارَون (یا ہَرْوَن) میں حضرت شیخ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر طلب بیعت کی، بیعت کے وقت مرشد نے وضو کرایا، دو رکعت نماز پڑھوائی پھر قبلہ رُو ہو کر سورۂ بقرہ پڑھنے کو کہا، اس کے بعد اکیس بار درود شریف پڑھوایا اور ساٹھ بار سبحان اللہ، آسمان کی طرف اپنا چہرا اٹھایا اور مرید کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

''ترا بخدا رسانیدم ومقبول حضرت او گردانیدم''

(تجھ کو خدا تک پہنچا دیا اور اس کی بارگاہ کا مقبول بنا دیا)

اس کے بعد سر کے بال قینچی سے تراشے اور کلاہِ چہار ترکی اور گلیم خاص عنایت کیا۔

خزینۃ الاصفیا (از غلام سرور لاہوری) میں چہار ترکی کی تشریح اس طرح ہے:

اوّل: ترکِ دنیا۔

دوم: ترکِ عقبیٰ یعنی سوائے ذاتِ حق کے اور کچھ مقصود نہ ہو حتیٰ کہ عقبیٰ کو بھی نظر میں نہ لائے۔

سوم: ترک خورد و خواب، یعنی کھانا سونا صرف ضرورت بھر ہو، ضرورت سے زائد کا ترک کرے۔

چہارم: ترکِ خواہش، یعنی نفس کی خواہش کے خلاف چلنا لازم کر لے۔

جو اِن چاروں چیزوں کو ترک کر دے اس کو کلاہ چہار ترکی کا استعمال کرنا لائق ہے۔

اکثر تذکروں میں ہے کہ حضرت خواجہ بیس سال تک اپنے پیر کی خدمت میں رہے اور وہ بھی اس طرح کہ سفر میں مرشد کا بستر اور دوسری چیزیں سر پر رکھ کر چلتے، مرشد کے ساتھ سیاحت کرتے کرتے مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ بھی پہنچے، مرشد نے خواجہ کے حق میں مقبولیت کی دعائیں کیں، غیب سے آواز آئی:

"معین الدین میرا دوست ہے، میں نے اس کو قبول کیا اور برگزیدگی عطا کی"

اسی اثنا مدینہ طیبہ میں بھی بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے حضرت خواجہ غریب نواز کو ہندوستان جانے کی بشارت ملی۔

سیر وسیاحت

اس کے بعد حضرت خواجہ، پیر و مرشد سے جدا ہو کر سیاحت کرتے ہوئے ہندوستان وارد ہوئے، اس سیاحت کے دوران مختلف اُن مقامات پر پہنچے جہاں بحرِ معرفت کے شناور موجود تھے، ان کی صحبتوں سے فیض یاب ہوئے، مثلاً سنجان پہنچے تو شیخ نجم الدین کبریٰ

رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۱۸ھ) کی خدمت میں حاضری دی اور وہاں ڈھائی برس تک استفادہ کرتے رہے۔

جیل آئے تو حضرت غوثِ اعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م ۵۶۱ھ) کے یہاں ستاون روز یا پانچ مہینے رہ کر کسب فیض کیا، بغداد آئے تو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے پیر شیخ ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت سے شرف یاب ہوئے، بغداد ہی میں ایک ایسے بزرگ سے ملے جو پچاس سال سے گوشہ نشین تھے، حضرت خواجہ نے ان کو سلام کیا تو انھوں نے اشارے سے جواب دیا اور بیٹھ جانے کو کہا پھر بزرگ نے مخاطب ہو کر کہا: مجھے پچاس سال ہو گئے کہ مخلوق خدا سے علیحدہ ہو کر یہاں بیٹھا ہوں جیسے تم سفر کر رہے تھے میں بھی سفر کرتا تھا، اسی دوران میرا گزر ایک ایسے شہر میں ہوا جہاں ایک مالدار شخص بازار میں کھڑا ہو کر لوگوں سے بھاؤ تاؤ کرتا اور نہایت سختی سے پیش آتا جس سے لوگوں کو بہت تکلیف ہوتی۔ میں خاموشی سے یہ سب دیکھتا گزر گیا اور اس مالدار ظالم کو کچھ نہیں کہا، محض اتنی ہی غفلت سے فوراً میری گرفتاری ہوئی اور غیب سے آواز آئی کہ اگر تو خدا کے لیے اس شخص کو باز رکھتا اور جھڑک دیتا کہ ایسا کام نہ کر و تو شاید وہ تیرا کہا مان جاتا اور ظلم سے باز آ جاتا.....

جس روز سے میں نے یہ آواز سنی ہے بہت شرمندہ ہوں اور اسی وقت سے اس خانقاہ میں مقیم ہوں کبھی اس سے باہر قدم نہیں نکالا، مجھے اس کا بڑا خوف ہے کہ قیامت کے روز جب اس معاملہ سے متعلق پوچھا جائے گا تو کیا جواب دوں گا....؟ میں نے اس تاریخ سے قسم کھائی کہ کہیں نہ جاؤں گا تا کہ میری نظر کسی ایسی چیز پر نہ پڑے کہ اس کے بارے میں شہادت کے لیے پکڑا جاؤں۔ (دلیل العارفین)

غرض کرمان، ہمدان، استرآباد، ہرات وغیرہ کی سیاحت کرتے ہوئے وارد ہند ہوئے، راستے میں حضرت خواجہ کی بہت سی کرامات بھی ظاہر ہوئیں اور کمالات کا ظہور

ہوا۔ لاہور پہنچ کر حضرت گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ (متوفی ۴۶۵ھ) کے مزار مبارک پر بھی چلّہ کیا اور مراقب ہوئے.... لاہور سے دہلی اور دہلی میں قدرے قیام کے بعد اجمیر مقدس کا رخ کیا۔

اس وقت دہلی اور اجمیر کا حکمراں راجہ رائے پتھورا تھا، اس کے آدمیوں نے خواجہ صاحب کے قیام میں بڑی رکاوٹیں ڈالیں اور تکلیفیں پہنچائیں، لیکن حضرت خواجہ ڈٹے رہے، جب خواجہ غریب نواز کی کرامتوں سے راجہ اور اس کے مقربین عاجز آ گئے تو ہندو جوگیوں کو خواجہ صاحب کو مغلوب کرنے کے لیے بلایا جن میں جے پال جوگی بہت بڑا جادوگر تھا، وہ سامنے آیا لیکن وہ خواجہ غریب نواز کی روحانی طاقتوں سے مغلوب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا اور حضرت خواجہ کی ارادت میں بھی داخل ہو گیا، حضرت خواجہ نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور سلوک کی منزلیں طے کرا کے خلافت سے بھی نوازا۔

جے پال جوگی کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد راجہ پتھورا رائے کا زور ٹوٹ گیا، بعض اس کے ملازمین بھی قریب ہو گئے، جس کی وجہ سے اس کی بوکھلاہٹ میں اور اضافہ ہو گیا، اس نے حضرت خواجہ کو اجمیر سے نکال دینے کی دھمکی دی، اس پر حضرت خواجہ نے فرمایا:

''پتھورا کو زندہ گرفتار کر کے مسلمانوں کے حوالے کیا''

حضرت کی یہ پیشین گوئی اس وقت سچ ہوئی جب حضرت شہاب الدین غوری نے پتھورا کے خلاف ۵۸۸ھ میں جنگ کی اور اسے گرفتار کیا اور اسی عالم میں وہ مارا گیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ شہاب الدین غوری خراسان میں تھا اس نے ایک رات خواب دیکھا کہ حضرت خواجہ غریب نواز کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ خدائے تعالیٰ تم کو ہندوستان کی بادشاہی عطا فرمانے والا ہے تم اس ملک کی طرف توجہ کرو۔ خواب کے بعد اس نے ہندوستان کی طرف فوج کشی کی اور فتح حاصل کی جو فیضان تھا حضرت خواجہ غریب نواز کا۔ پھر کیا تھا ہر طرف اسلام کا نور پھیل گیا اور کفر کی ظلمت کافور ہونے لگی۔

اَولادامجاد

حضرت خواجہ غریب نواز نے اجمیر ہی میں دو شادیاں کیں جن میں ایک حاکم اجمیر سید وجیہ الدین مشہدی کی دختر نیک اختر عصمت اللہ بی بی تھیں اور دوسری کسی ہندو راجہ کی بیٹی بی اَمۃ اللہ تھیں جو مشرف بہ اسلام ہوگئی تھیں۔ حضرت خواجہ کی نسل سے تین اولاد نرینہ، سید فخر الدین، سید ضیاء الدین سید حسام الدین تھے اور ایک دختر بی بی حافظہ جمال تھیں۔

وصالِ یار

۳۹ سالہ زندگی اجمیر میں گزار کر ۶۳۲ ھ یا ۶۲۷ ھ میں وصال فرمایا۔ وفات کے دن عشا کی نماز پڑھ کر اپنے حجرے کا دروازہ بند کرلیا، حجرے کے باہر خانقاہ کے رہنے والے ایسی آوازیں سنتے رہے جیسے کوئی وجد کے عالم میں پاؤں پٹکتا ہو، اخیر شب میں یہ آواز بند ہوگئی، فجر کا وقت آیا تو دروازے پر دستک دی گئی لیکن کوئی آواز نہیں آئی، تب دروازہ کسی طرح کھولا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ اللہ کا حبیب اللہ کی محبت میں چل بسا ہے۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ کی پیشانی پر لکھا ہوا تھا: **حبیبُ اللّٰہِ مَاتَ فی حُبِّ اللّٰہ.** (اللہ کا حبیب اللہ کی محبت میں رخصت ہوگیا ہے)

تبلیغِ اِسلام

حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس دور میں ہندوستان میں وارد ہوئے تھے ہر چہار جانب کفر وشرک کا دار دورہ تھا، بت پرستی عام تھی، سماجی حالات حد درجہ خراب تھے، چھوت چھات کا بازار گرم تھا، حق وصداقت کا دور دور تک پتہ نہ تھا، ظلم وطغیان چھایا ہوا تھا، ایسے گھٹا ٹوپ ماحول میں معین الملۃ والدین حضرت خواجہ غریب نواز مصلح اعظم بن کر رونق افروز ہوئے دلوں سے کفر کی آلائشوں کو

دور کیا۔ سماج میں سدھار پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ مادیت کے مقابلے میں روحانیت کو فروغ دیا، ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں اہل شرک کو ایمان و اسلام کا دلدادہ بنادیا۔

حضرت خواجہ غریب نواز کی زندگی سادہ بھی تھی اور پرکشش بھی، ظاہری طور سے جدوجہد کا لبادہ تو اوڑھے ہوئے تھے ہی روحانیت اور کرامت کی قوت سے بھی لیس تھے۔ تاریکی جب بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے تو محض مادی اسباب وآلات کام نہیں دیتے ایسے وقت اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ترین بندوں کو مافوق الفطرت روحانی قوتوں سے سرفراز فرما کر میدانِ عمل میں بھیجتا ہے اور وہ اپنے ظاہر و باطن دونوں طرح کے اعمال وکمالات سے مخلوق کی ڈوبتی نیّا کو کھینچنے اور پار لگانے کا کام کرتے ہیں، خواجہ خواجگاں حضرت غریب نواز انھیں نفوس قدسیہ میں تھے جن کو خدائے قادر و قیوم نے ظاہری و باطنی دونوں قوتوں سے نوازا تھا۔

آپ کی زندگی بظاہر معمولی اور سادہ تھی ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں بیٹھ کر آپ نے ہندوستان میں جو روحانی انقلاب برپا کیا اس کی مثال پیش کرنے سے تاریخ ہند خالی ہے، یہی وجہ ہے کہ آج آپ کی عقیدتوں کے چراغ بلاتفریق مذہب وملت سب کے دل میں جل رہے ہیں اور جملہ باشندگان ہند آج پروانہ وار آپ کی چوکھٹ پر حاضری دینے کے لیے اپنے کو بے قرار پاتے ہیں، یہ آپ کی وہ روحانی حکومت ہے جس کا اعتراف ایک انگریز حکمراں وائسرائے ہند لارڈ کرزن نے جب وہ ۱۹۰۲ء میں آستانہ غریب نواز پر گیا تھا اس طرح کیا ہے: 'میں نے ایک قبر کو ہندستان میں حکومت کرتے دیکھا ہے'۔ (اکابرین چشت ص۲ پروفیسر غلام سرور رانا)

اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہونا چاہیے کہ برصغیر میں اگرچہ مسلم حکمراں مدت تک حکمرانی کرتے رہے، لیکن اسلام کی روشنی اور روحانیت کا اجالا صوفیہ کرام ہی نے

پھیلایا، مسلم حکمراں تو حکومت کے دبدبے سے بھی کسی کو مسلمان نہ بنا سکے مگر اولیا اور صوفیہ نے لاکھوں کے دلوں میں اسلام کا نور بھر دیا جیسا کہ خود غریب نواز کی زندگی کا مطالعہ کرنے والا ہر حقیقت پسند اس کا اعتراف کیے بغیر نہ رہے گا۔

حضرت خواجہ غریب نواز نے تلوار نہیں اٹھائی، مگر اخلاق و کردار اور کشف و کرامات کی ایسی ضرب لگائی کہ دلوں کی دنیا زیر و زبر ہو گئی، اندر چھپی ہوئی کفر و شرک کی غلاظت چھٹتی نظر آئی اور آج پورے پاک و ہند اور بنگلہ دیش میں اسلام کا نام لینے والوں کی جو کھیپ ہے، ان میں زیادہ تر افراد کا وجود خواجہ غریب نواز کی مساعی تبلیغ اور ارشاد و ہدایت کا ہی مرہونِ منت ہے۔

اجمیر قیام کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز دو بار دہلی گئے، ایک بار اپنے مرید و خلیفہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی سے ملنے اور ان کی مشکلات کو دور کرنے کے لیے دوسری بار ایک کسان کی دادرَسی کے لیے۔ جس کی زمین پر ظالم حکمراں نے قبضہ کر لیا تھا، لیکن آپ کا ہر سفر تبلیغ و اشاعت اسلام کا بھی سبب بنتا گیا۔

حکام وقت اور عوام نیز صوفیہ و علما ہر ایک نے آپ سے استفادہ کیا اور فیوض و برکات حاصل کیے، گویا آپ کی پوری زندگی خلوص وللّٰہیت اور خدمت خلق و تبلیغ اسلام سے عبارت تھی۔ آج اسی کے صدقے میں پورا برصغیر اسلام کے نور سے روشن ہے اور ہر چہار جانب اسلام کا غلغلہ ہے۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے اپنے علاوہ خلفا و مبلغین کی بھی ایک ایسی جماعت تیار کی جن سے پورا ہندستان مستفیض ہوتا رہا اور آج تک جس کا فیضان جاری ہے۔

اَخلاقِ کریمانہ

حضرت خواجہ پاک اخلاق و کردار میں صاحب خلق عظیم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

کے اخلاق حسنہ کے نمونہ تھے، آپ کی ایک ایک ادا پیاری اور دلوں کو موہ لینے والی تھی، کم کھانا کم بولنا آپ کا شیوہ تھا، اکثر روزہ رہتے، رات بھر عبادت میں گزارتے، زندگی کا ہر لمحہ ذکر الٰہی میں گزرتا، ایک ختم قرآن رات میں اور ایک دن میں کرتے، خوفِ خدا میں روتے اور تڑپتے، ایک بار فرمایا، اس شخص کا کیا عالم ہوگا جسے قیامت کے دن حضور اکرم نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے گا (یعنی گنہگار اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے والے آپ کی بارگاہ میں کیسے جائیں گے، گناہوں پر جو ندامت اور شرمندگی ہوگی اسے کیسے برداشت کریں گے۔)

عفو و درگزر میں آپ کا جواب نہ تھا، ایک مرتبہ ایک قاتل آپ کے پاس آیا، آپ نے فراست ایمانی سے پہچان لیا، آؤ بھگت کی، عزت سے بیٹھایا، خیریت پوچھی، پھر فرمایا جس ارادے سے آئے ہو وہ کر گزرو، گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ یہ سنتے ہی اس کا حال یہ ہوگیا کہ کاٹو تو خون نہیں۔ بدن پر کپکپی طاری ہوگئی، چھری سامنے رکھ کر عرض کیا میرا ارادہ نہیں تھا مگر دشمنوں نے مجھے لالچ دے کر بھیجا تھا، اب میں شرمندہ ہوں، معافی کا خواستگار (طالب) ہوں اور اپنے کو مجرم کی حیثیت سے پیش کرتا ہوں، آپ کو اختیار ہے آپ جو چاہیں سزا دیں چاہیں تو مار ڈالیں میں اس کے لیے بھی تیار ہوں، لیکن خواجہ پاک طینت نے عفو و درگزر کا مظاہرہ کرتے ہوئے معاف فرمادیا، وہ قدموں میں گر گیا اور حلقہ بگوشِ اسلام ہوکر حلقہ ارادت میں بھی داخل ہوگیا۔

آپ اگر چہ نرم دل تھے آپ کا رنگ جمالی تھا مگر شریعت کے معاملے میں سخت بھی تھے خلاف شرع کوئی بات دیکھتے تو سخت تنبیہ فرماتے۔ عزیز و اقارب اور پڑوسیوں کی عیادت و تعزیت کا کوئی موقع جانے نہیں دیتے، قبرستان جاتے تو دفن کے بعد دیر تک بیٹھے رہتے اور میت کے لیے دعاے مغفرت و رحمت فرماتے۔

آپ کی ذات سے بے شمار کرامتیں صادر ہوئیں لیکن اخلاق و کردار کا پیکر بن کر دین

وشریعت پر استقامت آپ کا اتنا عظیم جوہر تھا جو ہزار کرامتوں پر بھاری ہے۔ ہمیں اسی کو مدنظر رکھ کر اپنی زندگی کے کارواں کو آگے بڑھانا چاہیے۔

سلطان الہند خواجہ غریب نواز اپنے اندر مقناطیسی کیفیت رکھتے تھے، آج بھی جب ان کا ذکر چھڑ جاتا ہے تو سننے والا محویت کے عالم میں انہیں کا ہو کر رہ جاتا ہے، ان کے آستانہ پاک کا عالم بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ جو حاضری دیتا ہے انھیں کی یاد میں کھو جاتا ہے اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی حیات میں ان کی صحبت بابرکت کا کیا عالم رہا ہوگا، اور ان کی سیرت وصورت اور رفتار وگفتار کس درجہ مؤثر اور پرکشش رہی ہوگی۔

حضرت خواجہ غریب نواز کے اخلاق کریمانہ کی عظمت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اجمیر جو کفر وشرک کا گڑھ تھا راجہ سے لے کر پرجا تک سب مشرکانہ تصورات کے حامل تھے ہر طرف اصنام پرستی کا دار دورہ تھا لیکن حضرت خواجہ پاک ماحول سے خوف زدہ نہیں ہوئے۔ مصلحتوں کا بھی شکار نہیں ہوئے بلکہ اعلانِ حق کے لیے پوری جرأت و ہمت کا مظاہرہ کیا، ساتھ ہی اخلاق وکردار سے بھی دلوں کی دنیا میں وہ انقلاب برپا کیا کہ کفرستانِ ہند اشاعت اسلام کی آماجگاہ بن گیا۔

دیارِ غیر میں اسلام کی تبلیغ واشاعت کا جو مشن حضرت خواجہ نے قائم کیا تھا وہ آپ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے، آج اسی کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ ضرورت ہے کہ آج پھر غریب نواز کے اس مشن کو زندہ کیا جائے اور کفار ومشرکین کو اسلام کا دلدادہ بنایا جائے، اس کے لیے اپنے اخلاق وکردار کو بھی سنوارنا ہوگا اور جدوجہد سے بھی کام لینا ہوگا۔ روحانی قوتوں کے ساتھ دعوت وتبلیغ کی بساط بھی بچھانی ہوگی اور اسلام کے خلاف پھیلائی گئی غلط فہمیوں کا بھی اِزالہ کرنا ہوگا۔

اِرشاداتِ خواجہ غریب نواز

سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ عارفِ ربانی اور ولی کامل ہونے کے ساتھ ساتھ مرشد و ہادی بھی تھے۔ آپ نے اپنے اخلاق و کردار اور کشف و کرامات سے تو کام لیا ہی ساتھ ہی ساتھ آپ کے دل میں اتر جانے والے وہ ارشادات و اقوال بھی بڑے کارآمد ثابت ہوئے جو آپ کی زبان فیض ترجمان سے پھول کی طرح جھڑے اور دلوں میں اثر کرتے چلے گئے، آپ کی تعلیمات وارشادات کا ایک خاصا حصہ دلیل العارفین میں آج بھی موجود ہے جسے آپ کے خلیفہ خاص حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمۃ نے تحریر فرمایا ہے، دلیل العارفین اور کچھ دوسری کتابوں سے اختصار کے ساتھ چند ارشادات تحریر کیے جاتے ہیں تاکہ حیاتِ خواجہ کا یہ باب بھی چھوٹنے نہ پائے، اور ہماری زندگیوں میں انقلاب پیدا کر جائے۔ حضرت خواجہ پاک فرماتے ہیں:

☆ جس نے کچھ پایا خدمت سے پایا تو لازم ہے کہ مرشد کے فرمان سے ذرہ برابر تجاوز نہ کرے اور خدمت میں مشغول رہے۔

☆ نماز بندوں کے لیے خدا کی امانت ہے تو بندوں کو چاہیے کہ اس کا حق اس طرح ادا کریں کہ اس میں کوئی خیانت پیدا نہ ہو۔

☆ نماز دین کا رکن ہے اور رکن ستون ہوتا ہے تو جب ستون قائم ہو گیا تو مکان بھی قائم ہو گیا۔

☆ جو بھوکے کو کھانا کھلاتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے اور جہنم کے درمیان

سات پردے حائل کردے گا جن میں سے ہر ایک پردہ پانچ سو سال کی راہ کے برابر ہوگا۔

☆ جس نے جھوٹی قسم کھائی گویا اس نے اپنے خاندان کو ویران کردیا۔اس کے گھر سے برکت اٹھالی جاتی ہے۔

☆ (خدا کی) محبت میں صادق یعنی سچا وہ ہے کہ جس پر شوق واشتیاق اس قدر غالب ہو کہ سو ہزار شمشیریں اس کے سر پر ماریں تب بھی اس کو خبر نہ ہو۔

☆ دوستی مولیٰ میں وہ شخص سچا ہوتا ہے کہ اگر اس کا جسم ذرہ ذرہ کردیا جائے اور آگ میں جلا کر خاکستر کرلیا جائے تب بھی دم نہ مارے۔

☆ عاشق کا دل محبت کی آگ کا آتش کدہ ہے۔حق کے سوا جو اس کے دل میں آتا ہے جل کر ناپید ہوجاتا ہے کیونکہ آتشِ محبت سے بڑھ کر کوئی آگ نہیں۔

☆ قبرستان میں عمدا کھانا پینا کبیرہ گناہ ہے جو عمداً کھائے وہ ملعون اور منافق ہے کیونکہ گورستان عبرت کا مقام ہے نہ کہ حرص وہوا کا۔

☆ اس سے بڑھ کر کوئی کبیرہ گناہ نہیں کہ مسلمان بھائی کو بغیر سبب تکلیف دی جائے اس میں خدا اور سول دونوں ناراض ہوتے ہیں۔

☆ یہ بھی کبیرہ گناہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا نام سنے یا کلام اللہ سنے تو اس کا دل نرم نہ ہو اور ہیبتِ الٰہی سے اس کا ایمان زیادہ نہ ہو۔

☆ اور فرمایا: ذکر الٰہی یا کلامِ الٰہی سنتے وقت جو ہنستے ہیں وہ ضرور بالضرور منافق ہیں (کیونکہ ذکرِ الٰہی کے وقت ہنسی مذاق مومن کا کام نہیں)

☆ جس دل میں علما اور مشائخ کی محبت ہوتی ہے ہزار سال کی عبادت اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہے، اگر وہ اسی اثنا میں مرجائے تو اسے علما کا درجہ ملتا ہے اور

اس مقام کا نام علیین ہوتا ہے۔

☆ اور فرمایا: فتاویٰ ظہیریہ میں لکھا دیکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص علما کے پاس آمد و رفت رکھے اور سات دن ان کی خدمت کرے، اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ بخش دیتا ہے اور سات ہزار سال کی نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھتا ہے ایسی نیکی کہ دن کو روزہ رکھے اور رات کو کھڑے ہو کر (نماز میں) گزار دے۔

☆ مرید کو لازم ہے کہ جو کچھ پیر کی زبان سے سنے اس پر بڑی خوشی سے عمل کرے اور پیر کی خدمت بجالائے، حاضر خدمت رہے، اگر متواتر خدمت بجانہ لا سکے تو اس بات کی کوشش ضرور کرے۔

☆ سورۂ فاتحہ تمام دردوں اور بیماریوں کے لیے شفا ہے جو بیماری کسی علاج سے درست نہ ہو وہ صبح کی نماز کے فرض اور سنتوں کے درمیان اکتالیس مرتبہ بسم اللہ کے ساتھ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے سے دور ہو جاتی ہے۔

☆ اور فرمایا حدیث میں ہے: اَلْفَاتِحَةُ شِفَاءٌ مِنْ کُلِّ دَاءٍ یعنی سورۂ فاتحہ ہر مرض کی دوا ہے۔

☆ جو شخص وِرد مقرر کر لے اسے روزانہ پڑھنا چاہیے اور دن میں اگر نہ پڑھ سکے تو رات میں ضرور پڑھے لیکن پڑھے ضرور۔ اس کے بعد کسی اور کام میں مشغول ہو کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ ورد کا تارک یعنی چھوڑنے والا لعنتی ہے۔

☆ اور فرمایا: ایک دفعہ مولانا رضی الدین رحمۃ اللہ علیہ گھوڑے پر سے گر پڑے جس سے پاؤں میں چوٹ آ گئی، جب گھر آئے تو سوچا کہ یہ بلا مجھ پر کہاں سے آئی؟ تو یاد آ گیا کہ صبح کی نماز کے بعد سورۂ یٰسین پڑھا کرتا تھا وہ آج نہیں پڑھی۔

☆ جب تک انسان راہ سلوک میں پہلے دنیا و مافیہا اور اپنی ذات کو ترک نہ کرے وہ اہل

سلوک میں داخل ہی نہیں ہو سکتا، اگر سالک کی یہ حالت نہ ہو تو سمجھو جھوٹا ہے۔

☆ کوئی گناہ تمہیں اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتا جتنا مسلمان بھائی کو ذلیل وخوار کرنا۔

☆ اگر قیامت کے دن کوئی چیز بہشت میں لے جائے گی تو زُہد (دنیا سے بے رغبتی) نہ کہ علم (اس لیے علم کے ساتھ اس پر عمل ضروری ہے اور عمل اخلاص کے ساتھ ہو تو ضرور عالم کے اندر زُہد پیدا کرے گا)

☆ نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر ہے اور بروں کی صحبت برے کام سے بھی بری۔

☆ دنیا میں تین شخص بہتر ہیں: (۱) وہ عالم جو اپنے علم سے بات کہے (۲) وہ جو حرص وطمع سے دور ہو (۳) وہ عارف جو ہمیشہ دوست (یعنی خدا) کی توصیف بیان کرے۔

☆ درویشی اس بات کا نام ہے کہ جو آئے اسے محروم نہ کیا جائے، اگر بھوکا ہے کھانا کھلایا جائے اگر ننگا ہے تو عمدہ کپڑا پہنایا جائے۔ (یہ سب اقوال دلیل العارفین سے منتخب ہیں)

☆ خداشناسی کی علامت یہ ہے کہ انسان خلقت سے بھاگے اور معرفت میں خاموش رہے۔

☆ اہل محبت کی علامت یہ ہے کہ ہمیشہ اطاعت میں مشغول رہے اور پھر بھی ڈرتا رہے کہ کہیں عتاب کا شکار نہ ہو جائے۔

☆ مرید اس وقت فقیر کہلانے کا مستحق ہوتا ہے جب عالم فانی میں باقی نہ رہے، لوگوں نے دریافت کیا مرید کو کب ثابت قدم سمجھنا چاہیے فرمایا جب بیس برس ہو جائے اور گناہ لکھنے والا فرشتہ اس کا ایک گناہ بھی نہ لکھ سکے۔ (ماخوذ از سیر الاولیا، کرمانی)

☆ عارف وہ شخص ہے جو اپنے ماسوا کا خیال دل سے نکال دے تاکہ یکہ وتنہا ہو جائے جیسا کہ دوست (خدا) واحد و یکتا ہے۔

☆ میرے مرشد خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مومن وہ ہے جو تین

چیزوں کو پسند کرے:۱) فقیری ۲) بیماری ۳) موت۔ جوان چیزوں کودوست رکھتا ہے خدائے تعالیٰ اور فرشتے اس کودوست رکھتے ہیں اور اس کا بدلا جنت ہوگا۔

☆ فقیر وہ ہے کہ جس کے پاس کوئی اپنی ضرورت پیش کرے تو وہ اسے محروم نہ کرے۔

☆ متوکل (توکل والا) وہ ہے جو مخلوق سے تکلیف برداشت کرے اور اس کو کسی سے بطور شکایت بیان نہ کرے۔

☆ لوگ قربِ خداوندی سے بہرہ ور نہیں ہو سکتے جب تک کہ نماز کی پابندی نہ کریں؛ کیوں کہ یہی نماز مومن کی معراج ہے۔ میں ایک مدت تک کعبے کا طواف کرتا رہا جب حق تک پہنچ گیا، کعبہ میرا طواف کرنے لگا۔

☆ اہل محبت کی توبہ کی تین قسمیں ہیں: ۱: ندامت ۲: ترکِ مجادلت (جھگڑا چھوڑ دینا) ۳: ظلم وستم سے پاک رہنا۔

☆ محبت میں سچا وہ ہے کہ جب وہ آزمایش میں مبتلا ہو تو اسے خوش دلی اور رغبت کے ساتھ قبول کرے۔

☆ رابعہ بصریہ نے فرمایا: مولیٰ کی دوستی میں سچا وہ ہے کہ جب اسے کوئی تکلیف یا دردِ دل پہنچے تو دوست کے مشاہدے سے اس غم اور تکلیف کو بھول جائے۔ (از مونس الارواح: ۳۸ تا ۴۱، از شہزادی جہاں آرا بیگم، مترجمہ مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی گھوسوی)

☆ راہِ محبت میں ولی وہ ہے جو دو عالم سے اپنے دل کو ہٹا لے۔

☆ حقیقی صابر (صبر کرنے والا) وہ ہے کہ اسے مخلوق سے تکلیف واَذیت پہنچے تو وہ کسی سے شکایت کرے نہ کسی سے اس کا ذکر کرے۔

☆ ولی کی علامت یہ ہے کہ موت کو پسند کرے، عیش وراحت کو چھوڑ دے اور اللہ عزوجل کی یاد میں مشغول رہے۔

☆ سب سے بہتر وقت وہ ہے کہ جب دل وسوسوں سے پاک ہو۔

☆ جہاں بھی جاؤ کسی کا دل نہ دکھانا اور جہاں بھی رہنا گمناموں کی طرح رہنا۔

☆ چار چیزیں نفس کا جوہر ہیں (یعنی نفس کی خوبیوں سے ہیں): ۱: درویشی میں تونگری ظاہر کرنا۔ ۲: بھوک میں آسودہ نظر آنا۔ ۳: غم میں مسرور (خوش) معلوم ہونا۔ ۴: دشمنوں کے ساتھ بھی دوستی کا برتاؤ کرنا۔ (مناقب العارفین از شیخ یٰسین جھونسوی مترجم: ۲۵۴ تا ۲۵۶)

☆ فرمایا: مرید اپنی توبہ میں اس وقت راسخ اور ثابت قدم سمجھا جائے گا جب کہ اس کی بائیں طرف والا فرشتہ بیس سال تک اس کا ایک بھی گناہ نہ لکھے۔

راقم الحروف (شیخ عبدالحق محدث دہلوی مولف اخبار الاخیار) عرض کرتا ہے کہ یہ بات اکابر متقدمین سے بھی منقول ہے اور بعض متاخرین (بعد کے) صوفیہ نے اس بات کی حقیقت اس طرح بیان کی ہے کہ مرید کے لیے ہر وقت توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے اور توبہ واستغفار کے ہوتے ہوئے گناہ نہیں لکھا جاتا (کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے فرشتہ انتظار کرتا ہے، اگر توبہ کرلی نہیں لکھتا، اور اگر توبہ نہ کی تب گناہ لکھتا ہے۔ن) اس کا یہ مطلب نہیں کہ گناہ اس سے بالکل سرزد ہی نہ ہو۔ اسی وجہ سے مشائخ کرام اپنے مریدوں کو سوتے وقت توبہ واستغفار کی تاکید کرتے ہیں تاکہ دن بھر کے وہ گناہ جو ابھی تک رحمت الٰہی کی وجہ سے نہیں لکھے گئے ہیں وہ نہ لکھے جائیں اور نہ ظاہر ہوں۔ (اخبار الاخیار مترجم: ۵۶ تا ۵۷ نور پبلی شنگ، دہلی)

☆ فرمایا: عارفوں کا بڑا بلند مقام ہوتا ہے جب وہ مقام عرفان پر پہنچ جاتے ہیں تو تمام دنیا و ما فیہا (اور جو کچھ دنیا میں ہے) اپنی دو انگلیوں کے درمیان دیکھتے ہیں، (جب ایک عارف کا یہ حال ہے تو بھلا نبی کا کیا حال ہوگا!)

(اور آپ پر سلام ہو اے بر و بحر کے مشائخ کے قطب)

جب یہ آواز آئی تو حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ بس اَب تیرا کام پورا ہو گیا۔

حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ نے اپنی اس تحریر سے ثابت کر دیا کہ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں کہ آپ نے میرے سلام کا جواب اتنی بلند آواز سے دیا کہ ہم لوگوں نے سن لیا۔ (انیس الارواح: ۲۸ بحوالہ بزرگوں کے عقیدے: ۳۹۲)

حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین اجمیری علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب مسلمانوں کے دعا گو فقیر حقیر اضعف العباد معین الدین حسن سجزی کو خاص شہر بغداد خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مسجد میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی نور اللہ مرقدہ (متوفی ۶۱۷ھ) کی پابوسی حاصل ہوئی تو اور مشائخ کبار بھی خدمت میں حاضر تھے تو جیسے ہی اس فقیر نے پابوسی کے لیے زمین پر سر رکھا ارشاد ہوا کہ جا دو رکعت نفل شکرانہ اَدا کر۔ حضور کے ارشاد کے مطابق میں دو رکعت پڑھ کر حاضر ہوا تو پھر فرمایا: قبلہ رو بیٹھ۔ میں قبلہ رو بیٹھا، پھر فرمایا: سورۂ بقرہ پڑھ۔ جب میں پڑھ چکا تو حکم ہوا کہ اکیس بار درود شریف اور اکیس بار سبحان اللہ پڑھ۔ میں اس سے فارغ ہوا تو اس وقت حضور نے کھڑے ہو کر منہ آسمان کی طرف کیا اور اس فقیر کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ آ تجھ کو خدا تک پہنچا دوں اور خدا رسید کر دوں۔ اس کے بعد ہی حضور نے دست مبارک میں مقراض (قینچی) لے کر اس دعا گو کے سر پر چلائی اور اپنی غلامی میں لے لیا۔ پھر کلاہ چہار گوشہ اس عقیدت کیش کے سر پر رکھی اور اعزاز بخشا اور گلیم خاص عطا کی اور فرمایا: بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا۔ ارشاد ہوا کہ ہمارے خانوادے میں ایک رات دن کا مجاہدہ آیا ہے۔ جا آج کے دن اور آج کی رات ذکر میں مشغول ہو۔

چنانچہ یہ درویش حضور کے حکم و ارشاد کے مطابق کامل ایک شبانہ روز طاعت و بندگی میں مشغول رہا، دوسرے روز جب خواجہ نور اللہ مرقدہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو

فرمایا کہ اوپر آسمان کی طرف دیکھ۔ میں نے دیکھا۔ فرمایا: اب تو کہاں تک دیکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا: عرشِ اعظم تک۔ پھر فرمایا کہ زمین کی طرف دیکھ۔ جب میں نے زمین کی طرف دیکھا تو پوچھا کہ اب تو کہاں تک دیکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا: تحت الثریٰ تک۔ پھر فرمایا: ایک ہزار بار سورۂ اخلاص اور پڑھ۔ جب میں پڑھ چکا، فرمایا کہ اب پھر آسمان کی طرف دیکھ۔ جب میں نے دیکھا۔ فرمایا کہ اب کہاں تک دیکھتا ہے؟ میں نے کہا: حجابِ عظمت تک۔ پھر فرمایا کہ آنکھ بند کر۔ میں نے آنکھ بند کر لی۔ پھر فرمایا: آنکھ کھول دے۔ میں نے آنکھ کھول دی تو مجھ کو دو انگلیاں دست مبارک کی دکھلائی دیں۔ فرمایا کہ اس میں کیا دکھلائی دیتا ہے؟ میں نے کہا: اٹھارہ ہزار عالم معلوم ہوتے ہیں۔ جب میں نے یہ عرض کیا تو ارشاد فرمایا کہ اب تیرا کام پورا ہو گیا۔

حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس تحریر سے ثابت ہوا کہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم غیب عطا فرمایا ہے کہ پیر و مرشد کے پوچھنے پر انھوں نے کہا کہ میں اوپر عرشِ اعظم تک اور نیچے تحت الثریٰ تک دیکھتا ہوں۔ اور پھر کہا حجابِ عظمت تک دیکھتا ہوں اور دو انگلیوں میں اٹھارہ ہزار عالم معلوم ہوتے ہیں۔ (بزرگوں کے عقیدے، از فقیہ ملت مفتی جلال الدین امجدی: ۲۹۴، کتب خانہ امجدیہ، دہلی)

خواجہ غریب نواز اور اِتباعِ سنت

اولیاء اللہ یقیناً اللہ کے دوست ہوتے ہیں ولی کے معنی ہی ہیں دوست۔لہٰذا جو اللہ کا ولی ہوگا وہ یقیناً اللہ سے محبت کرے گا، ولایت محبت کے کمال کا نام ہے، یہی وجہ ہے کہ جتنے اولیاء اللہ ہیں سب کامل الایمان ہوتے ہیں اور اللہ سے محبت کرنے والوں کو حکم ہوتا ہے:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ. (آلِ عمران: ۳/۳۱)

اے محبوب! تم فرمادو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ (کنزالایمان)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سچی محبت کا تقاضا اور دلیل یہ ہے کہ اللہ کے محبوبوں سے بھی محبت کی جائے، ان کے نقش قدم پر چلا جائے ان کی اتباع کی جائے ان کی سنتوں پر عمل کیا جائے۔ بظاہر اس آیت میں صرف اتباع رسول کا مطالبہ ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اتباع محض اتباع کے معنی میں نہیں جیسا کہ کبھی کوئی طوعاً و کرہاً یعنی جبراً کسی کے پیچھے چل پڑتا ہے یا اس کی کسی بات کو مان لیتا ہے لیکن دل میں اس کی کچھ عقیدت و محبت نہیں ہوتی، محض کسی دنیاوی غرض یا خوف کی وجہ سے اتباع کا صدور ہوتا ہے۔ظاہر ہے حضور محبوب خدا جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع اس معنیٰ میں بے سود ہوگی کیونکہ محبت رسول کے بغیر ایمان ہی مکمل نہیں ہوتا۔ارشادِ رسول ہے:

عَنْ اَنَس: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ. (بخاری شریف:۱/۷، کتاب الایمان)

گویا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے دو تقاضے ہیں ایک تو یہ کہ بندۂ مومن رسول سے محبت کرتا رہے اور محبت کا تقاضا اتباع محبوب ہوتا ہے دوسرے یہ کہ جو اللہ کا محبوب بننا چاہے اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اللہ کے محبوب رسول کا اتباع کرے جیسا کہ آیت مذکورہ سے ثابت ہے، لہٰذا جو اللہ کا ولی اور محبوب ہوگا وہ ضرور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اتباع کرے گا اور اس کے صدقے میں اللہ کا محبوب بنے گا۔ اور سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بالاتفاق اللہ کے محبوب اور ولی تھے اور آپ کی شانِ محبوبی کا تو یہ عالم تھا کہ جب وصال فرمایا تو آپ کی پیشانی پر قلم قدرت سے لکھا ہوا تھا: **حبیبُ اللّٰہ مَاتَ فی حُبِّ اللّٰہ** یہ اللہ کا حبیب ہے اللہ کی محبت میں جاں بحق ہوا ہے۔ تو بھلا آپ کی پوری زندگی کیوں نہ اتباع رسول کا پیکر ہوتی۔

پھر یوں بھی کوئی سوچے کہ سرکار غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہند میں اسلام پھیلانے آئے تھے۔ مخلوق خدا کو راہ راست دکھانے آئے تھے تو آپ کا خود پابند احکام اسلام ہونا ضروری تھا ورنہ **لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفعَلُوْنَ** کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے (الصّف: ٦١/٢) کے مصداق ہو جاتے، پھر یہ کہ فرائض و واجبات کے ساتھ سنتوں کی پابندی بھی ضروری ہے کہ اس کے بغیر شفاعت سے محرومی کی وعید آئی ہے اور سنت اگر موکدہ ہے تو اس کا ترک گمراہی ہے جیسا کہ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا:

لَوْ تَرَکْتُمْ سُنَّۃَ نَبِیِّکُمْ لَضَلَلْتُمْ . (مسلم ١/٢٣٢، ابن ماجہ، نسائی ١/٩٨، امامت، مشکوٰۃ ٩٧)

یعنی اگر تم اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔

اسی لیے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

یعنی خلاف پیمبر جو راہ چلے گا وہ ہرگز منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکتا۔

ذیل میں چند احادیث ملاحظہ کریں جن سے سنت نبوی کی اہمیت کا اندازہ ہوگا، اور سنت پر چلنے کا شوق بھی بیدار ہوگا۔

(۱) سرکار نے فرمایا فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّی . (مشکوۃ ص۲۷ بحوالہ صحیح بخاری وصحیح مسلم)

جو میری سنت سے منہ موڑے گا وہ مجھ سے نہیں یعنی میرا نہیں۔

(۲) عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَیْهَا بِالنَّوَاجِذِ الخ (مشکوۃ: ۳۰ بحوالہ امام احمد، ابوداؤد، ترمذی)

تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاے راشدین کی سنت لازم ہے، اسے اختیار کرو اور اسے مضبوط پکڑو۔

(۳) لَایُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبْعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ (مشکوۃ ص۳۰)

تم میں کوئی مومن کامل نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اس کی خواہش اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جسے لے کر میں آیا، یعنی میرے طریقے اور میری سنت کے مطابق نہ ہو جائے۔

(۴) حضرت انس کہتے ہیں کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: یَا بُنَیَّ اِنْ قَدِرْتَ اَنْ تُصْبِحَ وَتُمْسِي وَلَیْسَ فِي قَلْبِکَ غِشٌّ لأَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ یَا بُنَي وذٰلِکَ مِنْ سُنَّتِي وَمَنْ أَحَبَّ سُنَّتِي فَقَدْ اَحَبَّنِي وَمَنْ اَحَبَّنِي کَانَ مَعِي فِي الْجَنَّةِ. (ترمذی، مشکوۃ: ۳۰)

اے بیٹے! اگر تجھ سے ہوسکے تو صبح وشام اس حال میں کر کہ تیرے دل میں کسی مسلمان کی طرف سے برائی نہ ہو تو ایسا کر۔ پھر فرمایا: اے فرزند اور یہ میری سنت ہے اور جو میری سنت سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

یہ وہ عظیم سنت کریمہ ہے جس کا تعلق ظاہری اعضاو جوارح سے نہیں بلکہ اس کا تعلق قلب سے ہے، ظاہری سنتوں کے پابند تو بہت مل جائیں گے لیکن سرکار کی اس سنت کریمہ کے پابند تو صرف اولیا اللہ ہی ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے دل میں کسی کی طرف سے کینہ نہیں ہوتا۔ اگر کسی سے تکلیف بھی پہنچتی ہے تو اسے درگزر کردیتے ہیں اور سب کے ساتھ خیر خواہی کا سلوک کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مخلوق خدا ان کی گرویدہ و عاشق ہوتی ہے۔

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مِأةِ شَهِيْدٍ .

(مشکوٰۃ: ص۳۰)

جو میری امت میں فساد کے وقت میری سنت کو سختی سے پکڑے گا تو اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

(۶) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ أَكَلَ طَيِّبًا وَعَمِلَ فِي سُنَّةٍ وَامِنَ النَّاسُ بَوَائِقَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ قَالَ رَجُلٌ يَارسولَ اللّٰهِ! اِنَّ هٰذا الْيُوْمَ لَكَثِيْرٌ فِي النَّاسِ قَالَ وَسَيَكُونُ فِي قُرُوْنٍ بَعْدِي (ترمذی، مشکوٰۃ: ۳۱)

جو حلال کھائے اور سنت پر عمل کرنے میں زندگی گزارے اور لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں یعنی کسی کو بلا وجہ تکلیف نہ پہنچائے تو وہ جنت میں جائے گا، اس کو سن کر ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ آج تو ایسے لوگ بہت ہیں، سرکار نے فرمایا: اور میرے بعد کے زمانوں میں بھی بہت ہوں گے۔

یعنی رسول اللہ کی سنتوں پر چلنے والے حلال کھانے والے، اور عامۃ الناس کو امن و عافیت دینے والے ہوتے رہیں گے، اور حقیقتاً یہ بھی اولیاء اللہ ہی کی صفات ہیں جن سے وہ ضرور آراستہ ہوتے ہیں، حضور خواجہ غریب نواز کی زندگی بھی اس حدیث کا نمونہ تھی جیسا

کہ آگے اس کے شواہد آرہے ہیں۔

اطاعتِ رسول اور اتباع سنت کے تعلق سے اتنے واضح ارشادات ضرور سرکار خواجہ کے سامنے تھے اور یقیناً آپ نے ان کا لحاظ کرتے ہوئے اپنے کو سنت رسول کے سانچے میں ڈھال لیا تھا، اب سنت رسول کے تعلق سے سرکار غریب نواز کے کچھ ارشادات ملاحظہ کریں۔ پھر چند واقعات بیان ہوں گے اور احادیث سے ان کی تائید نقل کی جائے گی۔

اِرشاداتِ خواجہ کی روشنی میں سنت کی اہمیت

حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایمان اور سنت کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(۱) قیامت کے روز پچاس مختلف مقامات پر مختلف سوالات کیے جائیں گے۔

پہلے مقام پر ایمان اور اس کے شرائط و صفات اور معرفتِ باری تعالیٰ سے متعلق سوال ہوگا۔ اگر اس سلسلے میں بال بھر بیان نہ کر سکے گا تو وہیں سے سیدھا جہنم بھیج دیا جائے گا (اور ہمیشہ اسی میں رہے گا کہ کافر کا یہی انجام ہے)

دوسرے مقام پر نماز اور دیگر فرائض کی بابت سوالات ہوں گے، اگر عہدہ برآ ہو گیا، ٹھیک ٹھیک جواب دے دیا تو بہتر، ورنہ وہیں سے دوزخ بھیج دیا جائے گا، (اور جس قدر اللہ تعالیٰ چاہے گا دوزخ میں بطور سزا رہے گا۔ یہ بے عمل مومن کا انجام ہے)

پھر تیسرے مقام پر سنت نبویہ کی بابت سوالات ہوں گے۔ اگر ان سے عہدہ برآ ہو گیا تو رہائی مل جائے گی ورنہ موکّلوں کے ہاتھوں، حضور مصطفیٰ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا جائے گا کہ یہ شخص آپ کی امت سے ہے لیکن سنت ادا کرنے میں کوتاہی کی ہے۔

جب خواجہ صاحب ان فوائد کو بیان کر چکے تو زار زار رونے لگے اور یہ الفاظ زبان

مبارک سے ارشاد فرمائے:

افسوس ہے اس شخص پر جو قیامت کے دن پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شرمندہ ہوگا اور جوان کی بارگاہ میں شرمندہ ہوگا وہ بھلا کہاں جائے گا۔ (دلیل العارفین ص ۹، امترجم، مکتبہ جامِ نور، دہلی)

(۲) حضرت خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ابواللیث سمرقندی کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہر روز دو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں، ایک کعبہ کی چھت پر کھڑا ہوکر آواز دیتا ہے کہ اے آدمیو! اور اے پریو! سنو اور اس طرح سمجھ رکھو کہ جو شخص اللہ کا فرض نہیں بجا لاتا وہ کبھی اللہ تعالیٰ کے حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔

دوسرا فرشتہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حظیرۂ اقدس پر کھڑا ہوکر آواز دیتا ہے اے آدمیو اور پریو! سنو اور اچھی طرح جان لو کہ جو شخص سنتِ رسولِ خدا ادا نہیں کرتا اور حد سے تجاوز کرتا ہے وہ شفاعت سے بے بہرہ (محروم) رہے گا۔ (دلیل العارفین ص ۲-۳)

یہ تو وہ خاص ارشادات تھے جو سنتِ رسول پر عمل کرنے کی اہمیت کو اجاگر کرنے والے تھے لیکن حضرت خواجہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دیگر ارشادات وفرمودات کا جب مطالعہ کیا جاتا ہے تو وہ بے شمار سنتوں کی تائید پر مشتمل نظر آتے ہیں، مثلاً نماز کو ارکان و شرائط کے ساتھ سنت کی رعایت کرتے ہوئے ادا کرنے کی تائید فرماتے ہیں۔ باطہارت ہونے کے فضائل و برکات بیان کرتے ہیں اور اذان کے جواب اور نماز اشراق کی پابندی، وقت سے پہلے نماز کی تیاری، ذکر الٰہی میں مشغولیت، قرآن پاک کی تلاوت اور اس کی زیارت، بھوکوں کو کھانا کھلانا، والدین کے ساتھ حسن سلوک، علماے دین کی زیارت، سخاوت اور تواضع، چھوٹوں پر شفقت وغیرہ حقوق وآداب اور سنتوں پر عمل پیرا رہنے کی بار بار تاکید فرماتے ہیں۔

ایک مرتبہ سنت وشریعت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: جب لوگ شریعت میں

ثابت قدم ہو جاتے ہیں اور شریعت کے تمام فرمان بجالاتے ہیں اور ان کے بجالانے میں ذرہ بھر تجاوز نہیں کرتے تو اکثر دوسرے مرتبے پر پہنچتے ہیں جسے طریقت کہتے ہیں، اس کے بعد جب طریقت میں شرائط کے ساتھ ثابت قدم ہوتے ہیں اور تمام احکامِ شریعت بے کم و کاست بجالاتے ہیں تو معرفت کے درجے کو پہنچتے ہیں، جب معرفت کے درجے کو پہنچتے ہیں تو شناخت اور شناسائی کا مقام آجاتا ہے، جب اس مقام پر بھی ثابت قدم ہو جاتے ہیں تو درجۂ حقیقت کو پہنچتے ہیں، اس مرتبے پر پہنچ کر جو کچھ طلب کرتے ہیں پالیتے ہیں۔ (دلیل العارفین ص ۷، مترجم)

حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ ارشادات عالیہ آج کے ان صوفیوں کے لیے نمونہ ہیں بلکہ تازیانۂ عبرت، جو شریعت و طریقت میں تفریق (علاحدگی) کی باتیں کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ شریعت کی تمام قیدوں سے انہیں رہائی مل جائے، اور مطلق العنان (آزاد) ہو کر جو چاہیں بکیں اور جو چاہیں کریں، ایسے لوگ خود ہی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں دوسروں کو کیا راہ دکھائیں گے۔ ایسے ہی نام کے صوفی، تصوف اور صوفیہ کرام کو بدنام اور خلق خدا کو گمراہ کرتے ہیں ان سے بچنا اور دور رہنا نہایت ضروری ہے۔

اس موضوع پر اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملت امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ۱۳۴۰ھ) کا رسالہ مقال عرفا باعزاز شرع و علما (۱۳۲۷ھ) نہایت مفید ہے جس میں چالیس اکابر اولیاے کرام کے اسّی (۸۰) ایسے ارشادات نقل فرمائے ہیں جن سے شریعت وطریقت کا تلازُم (باہم لازم ہونا) ثابت ہوتا ہے۔ بڑا ایمان افروز رسالہ ہے اس کا مطالعہ ہر اسلامی بھائی اور ہر تصوف پسند کو ضرور کرنا چاہیے۔ یہ رسالہ شریعت وطریقت کے نام سے علاحدہ بھی چھپ چکا ہے اور فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۲۱ میں بھی موجود ہے، اور بآسانی دستیاب ہے۔

حیاتِ خواجہ غریب نواز اور اتباعِ سنت

اب ذیل میں حضرت خواجہ معین الحق والدین حسن چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ والرضوان کی زندگی پاک کے چند واقعات و ارشادات نقل کیے جاتے ہیں جن سے حضرت خواجہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع سنت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(۱) پیوند لگے کپڑے

حضرت خواجہ معین الدین اجمیری علیہ الرحمۃ والرضوان کے لباس کے تعلق سے محبوب الٰہی حضرت شیخ نظام الدین اولیا بدایونی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: ہمارے حضرت خواجہ بزرگ عمدہ دوتائی (دوہرا) اوڑھا کرتے تھے اگر وہ پھٹ جاتی تو جس قسم کا بھی پرانا پاک کپڑا مل جاتا اس کا پیوند لگا لیتے، فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ میں نے وہ دوتائی دیکھی ہے، پھر وہ دوتائی حضرت شیخ نظام الدین قدس سرہٗ ہی کو حاصل ہوئی۔ (ص ۲۷، مونس الارواح از شہزادی جہاں آرا بیگم مترجمہ ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی گھوسوی، ۲۰۰۷ء)

پیوند لگا لباس پہننا ایک تو سادگی و کفایت شعاری کی دلیل ہے دوسرے اس میں اتباع سنت کی بھی بھرپور جھلک پائی جاتی ہے، کیونکہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم بھی باوجودے کہ آپ کو کائنات کے خزانوں کی کنجیاں عطا ہوئی تھیں، پیوند لگا لباس استعمال فرماتے تھے تاکہ غربائے امت کے لیے نمونہ ہو جائے اور ان کے لیے تسلی کا باعث بھی، ذیل میں اس سلسلے کی بعض روایات ملاحظہ کریں۔

حضرت ابوبُردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں:

أخرجت الینا عائشة کساء ملبدا وإزارا غلیظا فقالت قبض روح رسول اللّٰه ﷺ في هٰذين. (بخاری شریف ومسلم، مشکوٰۃ ص ۳۷۳، مجلس برکات مبارک پور، شمائل

ترمذی ص ۹)

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پیوند لگی ہوئی کملی اور موٹا تہبند نکالا اور قسم کھا کر کہا کہ حضور کا وصال انھیں دو کپڑوں میں ہوا۔

یہ حدیث تو سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمل مبارک پر دلالت کرتی ہے۔ اب کپڑے میں پیوند لگانے سے متعلق سرکار کا ارشادِ مبارک بھی ملاحظہ کرتے چلیں:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: **إن اردت اللحوق بي فليكفك من الدنيا كزاد الراكب واياك ومجالسة الأغنياء ولا تستخلقي ثوبا حتىٰ ترقعيه.** (سنن ترمذی: ج ۱/ ۲۱۰، ابواب اللباس، مجلس برکات مبارکپور، مشکوٰۃ المصابیح ص ۳۷۵، کتاب اللباس، مجلس برکات مبارکپور)

عائشہ! اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو دنیا سے اتنے ہی پر اکتفا کرنا جتنا سوار کے پاس توشہ ہوتا ہے اور مال داروں کے پاس بیٹھنے سے بچ اور کپڑے کو پرانا نہ سمجھ جب تک کہ اس میں پیوند نہ لگا لے۔

(۲) خواجہ غریب نواز اور طلب علم

حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ والرضوان جب پندرہ سال کے تھے آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ غیاث الدین کا انتقال ہو گیا، وراثت میں آپ کو ایک باغ ملا اور پن چکی، جو آپ کے لیے گزر بسر کا سامان ہوا۔ آپ کے علاقے کے ایک مجذوب حضرت ابراہیم قندوزی آئے۔ حضرت خواجہ نے ان کا احترام کیا اور ایک درخت کے نیچے بیٹھایا اور خود بھی پاس بیٹھ گئے، اتنے میں حضرت ابراہیم قندوزی نے کھلی کا ایک ٹکڑا نکالا، منہ میں چبایا، پھر اسے حضرت خواجہ کے منہ میں رکھ دیا۔ اس کھلی کو کھاتے ہی حضرت خواجہ کے باطن میں ایک نور پیدا ہوا۔ دنیا سے دل اچاٹ ہو گیا۔ سارا باغ وغیرہ بیچ کر ساری رقم

فقرا پر صرف کر دی اور وطن سے نکل کر بخارا و سمرقند چلے گئے جہاں ایک مدت تک قیام کیا وہیں قرآن پاک حفظ کیا اور علوم ظاہری کی تحصیل کی پھر عراق وعرب کا قصد کیا۔ (مونس الارواح ص ۲۴-۲۵، از شہزادی جہاں آرا بیگم، مطبوعہ گھوسی)

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ دل روشن ہو چکا، دنیا کی محبت نکل چکی، رب تبارک و تعالیٰ کے ہو کر رہ گئے، مال ومتاع نذرِ راہِ خدا کر دیا۔ مگر اس کے باوجود آپ نے وطن چھوڑ کر اور سمرقند و بخارا جا کر علم ظاہر کی تحصیل میں لگ گئے، شریعت پر عمل کرنے کے لیے شریعت کا علم ضروری ہے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امر، طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ (مشکوٰۃ ص ۳۴، کتاب العلم) علم دین سیکھنا ہر مسلمان (مرد و عورت) پر فرض ہے، کے امتثال (حکم ماننے) کی خاطر آپ نے سفر کر کے علم حاصل کیا۔ طالب علم کی ایک فضیلت یہ بھی حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے:

إن المَلائِكَةَ لَتَضَعُ أجْنِحَتَهَا رِضًا لِطَالِبِ الْعِلْمِ. (مشکوٰۃ ۳۴)

فرشتے طالب علم کے اعزاز میں اپنے پروں کو بچھا دیتے ہیں۔

تو جب تک حضرت خواجہ طالب علمی کی زندگی نہیں گزارتے اس اعزاز سے مشرف نہیں ہوتے، یوں ہی سرکار کی یہ بھی سنت ہے کہ جہاں کہیں اہل علم، تعلیم وتعلم میں مشغول ہوں تو اس میں بیٹھا جائے جیسا کہ سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود اپنی مسجد پاک میں گئے کچھ لوگوں کو ذکر و دعا میں پایا، ان کی تعریف کی پھر ان لوگوں کی مجلس سے گزرے جو دین کا علم سیکھ سکھا رہے تھے، سرکار نے ان کی تعریف کی اور فرمایا: یہ لوگ پہلے والوں سے بہتر ہیں، پھر اسی میں بیٹھ گئے اور فرمایا: میں بھی معلم ہی بنا کر مبعوث کیا گیا ہوں،

(مشکوٰۃ ص ۳۶ بروایت عبداللہ بن عمرو)

اب اس سنت پر عمل کرنے کے لیے مجلس علم میں شرکت ضروری تھی، اس لیے حضرت خواجہ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی کر دکھایا۔

بغیر طلب علم آدمی وارثِ انبیا نہیں ہوسکتا۔ حدیث میں ہے:

وإن الأنبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما وإنما ورثوا العلم فمن أخذه أخذ بحظٍ وافرٍ (مشکوٰۃ ص۳۴ بروایت ابودرداء)

انبیا نے دینار و درہم وراثت میں نہیں چھوڑا، انہوں نے علم کی وراثت چھوڑی تو جس نے علم حاصل کیا اس نے انبیا کی وراثت میں بڑا حصہ پایا۔

حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ نے طلب علم میں حصہ لے کر وارث نبی ہونے کی فضیلت بھی حاصل کر لی اور جنت کے راستے میں بھی قدم رکھ لیا، کیونکہ حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ

من سلك طريقا يطلب فيه علما سلك الله به طريقا من طرق الجنة .

جو طلب علم میں کوئی راہ چلتا ہے وہ جنت کا راستہ طے کرتا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص۳۴)

یہ احادیث کریمہ اور سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کا ان کے مطابق عمل کر کے دکھانا یہ ثابت کرتا ہے کہ غریب نواز سے عقیدت صرف یہی نہیں کہ ان کے مزار پر حاضری دے کر منتیں مان لیں اور حاجت پوری کرانے کے لیے دعائیں کر لیں اور بس اور وہ بھی زیادہ تر دنیاوی حاجتیں، بلکہ سچی عقیدت کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم بھی اپنے کو علم دین سے آراستہ کریں اپنی اولاد کو علم دین سے بہرہ ور کریں، سرکار غریب نواز کا یہ کردار خاص کر سجادہ نشین حضرات کے لیے درسِ عبرت ہے جو محض مجاوری اور نسبت پر اکتفا کر کے رہ جاتے ہیں اور علم دین کی طلب میں کوئی کٹھن راہ طے کرنے کے لیے قطعاً تیار نہیں ہوتے، یہ لوگ نہ تو دین کے تقاضے کو پورا کرتے ہیں اور نہ حضرت خواجہ غریب نواز کے مشن سے سچی عقیدت کا حق ادا کرتے ہیں۔

(۳) غصے سے پرہیز

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی قدس سرہ فرماتے ہیں :

میں بیس سال تک حضرت خواجہ غریب نواز کی خدمت میں رہا، میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کسی شخص پر غصہ ہوئے ہوں۔ (مونس الارواح ص ۴۱) یہ اخلاق کا وہ بلند درجہ ہے جس پر ہر کوئی فائز نہیں ہوتا۔

یہ بھی سرکار اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ وارشادِ گرامی پر عمل پیرا ہونا ہے، بظاہر یہ بہت آسان بات معلوم ہوتی ہے مگر ذرا کوئی اس پر عمل کر کے تو دکھائے کہ غضب وغصے کا موقع ہو اور آدمی غصہ پی جائے، مطلق اس کا اظہار نہ کرے، اس سلسلے میں بعض ارشادات رسالت سماعت کرلیں تا کہ بات مدلل ہو جائے اور اس کی مزید اہمیت بھی ذہن نشین ہو جائے کیونکہ آج بہت سے پیر اور عالم اس معیار پر اترتے نظر نہیں آتے، عبادت و ریاضت میں آگے بڑھنا تو آسان ہے، مگر غضب وغصہ کے وقت اپنے کو قابو میں رکھنا بہت مشکل ہے۔

(۱) سرکار رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

ليس الشديد بالصرعة إنما الشديد الذي يملك نفسه عند الغضب . (مشکوٰۃ ۴۳۳ بحوالہ بخاری ومسلم بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ)

پہلوان اور طاقتور وہ نہیں جو لوگوں کو پچھاڑ دیتا ہو، طاقتور تو وہ ہے جو غضب کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وصیت کرنے کی درخواست کی، تو فرمایا: **لا تغضب.** غضبناک مت ہونا پھر اس کو بار بار دہرایا۔ (بخاری، مشکوٰۃ ص ۴۳۳)

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ رسول اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما تجرع عبد أفضل عند الله عزوجل من جرعة غيظ يكظمها ابتغاء وجه اللّٰه تعالىٰ.

اللہ کے نزدیک سب سے افضل وہ گھونٹ ہے جسے کوئی غصے کے وقت پیے۔ محض اللہ کی رضا چاہنے کے لیے۔ (امام احمد، مشکوٰۃ:۴۳۴، کتاب الغضب)

(۴) سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إن الغضب ليفسد الإيمان كما يفسد الصبر العسل.

غصہ ایمان کو ایسا فاسد کر دیتا ہے جیسے ایلوا (مَصَّر) شہد کو فاسد کر دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ ۴۳۴)

(۵) سرکار اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کریمہ اور اخلاق فاضلہ کا بیان کرتے ہوئے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

خدمت النبي ﷺ عشر سنين فما قال لي أف ولا لما صنعت ولا ألا صنعت.

مجھے سرکار کی خدمت میں رہنے کا دس سال موقع ملا، لیکن سرکار نے کبھی مجھے اُف تک نہ کہا اور نہ یہ کہا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا؟ اور نہ یہ کہ، یہ کام کیوں نہیں کیا؟ (بخاری و مسلم، مشکوٰۃ ص ۵۱۸، باب فی اخلاقہ وشمائلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

(۶) حضرت انس ہی کی دوسری روایت میں یہ ہے:

خدمت رسول اللّٰه ﷺ وأنا ابن ثمان سنين خدمته عشر سنين فما لامني علىٰ شئ قط أتي فيه علىٰ يدي فإن لامني لائم من أهله قال دعوه فإنه لو قضى شئ كان.

میں نے دس سال خدمت کی لیکن کبھی سرکار نے مجھے ملامت نہ کی کسی ایسی چیز پر جو

مجھ سے ضائع یا برباد ہوگئی اور اگر گھر کا کوئی ملامت کرتا تو فرماتے اسے چھوڑ دو کہ جو ہونے والا ہوتا ہے ہو کر رہتا ہے۔آپ فرماتے ہیں اس وقت میری عمر آٹھ سال کی تھی یعنی آٹھ سال کی عمر سے ۱۸ سال تک دس برس خدمت کی ۔ (مشکوٰۃ ص ۵۱۹ باب اخلاقہ وشمائلہ ﷺ)

دیکھیے ان ارشاداتِ رسول اور سیرتِ رسول پر کس درجہ حضرت خواجہ غریب نواز عامل تھے، آپ کا یہ کردار بھی ہم عقیدت مندانِ خواجہ کے لیے درسِ عبرت ونصیحت اور قابل عمل بھی ہے!۔

(۴) ہمیشہ باوضو رہنا

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ ہمیشہ باوضو رہا کرتے، آپ کا وضو قضاے حاجت کے سوا کبھی فاسد نہیں ہوتا۔ (مونس الارواح ص ۴۴)

وضو پر مداومت بھی مشکل اور بڑے افضل اعمال میں ہے اور احادیث میں اس کی بڑی اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی ۔ ذیل میں چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں دیکھیں اور اس عمل کے فوائد و برکات سے بہرہ ور ہونے کی کوشش کریں :

(۱) حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

استقیموا ولن تحصوا واعلموا ان خیر أعمالکم الصلوٰۃ ولا یحافظ علی الوضوء إلا مؤمن.

اعمالِ صالحہ پر استقامت اختیار کرو اور تم ہرگز اسے (مکمل) کر نہ سکو گے اور تم جان لو کہ تمہارے اعمال میں سب سے بہتر نماز ہے، اور وضو پر کوئی ہمیشہ کاربند نہیں رہ سکتا مگر مومن ۔ (مالک، احمد، ابن ماجہ، دارمی، مشکوٰۃ ص ۳۹ کتاب الطہارۃ)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ کامل استقامت انبیا کا کام ہے یا پھر اولیاے کرام میں جو بڑے رتبے پر فائز ہیں۔(اشعۃ اللمعات)

(۲) حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک روز صبح حضرت بلال کو بلایا، پوچھا، رات جنت میں مجھ سے آگے کس وجہ سے چل رہے تھے،عرض کیا، یارسول اللہ میرا معمول ہے کہ جب اذان دیتا ہوں دو رکعت پڑھ لیتا ہوں،اور جب مجھے حدث واقع ہوتا ہے(یعنی وضوٹوٹ جاتا ہے) تو فوراً وضو کر لیتا ہوں، سرکار نے فرمایا اسی وجہ سے۔ (مشکوٰۃ،ص ۱۱۷، باب التطوع...... الترغیب والترہیب للمنذری:۱/۲۲۳،مطبوعہ بیروت ۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۶ء،وابن کثیر)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ باوضو رہنے کے فضائل میں تحریر فرماتے ہیں: اجماع ہے کہ ہر وقت باوضو رہنا اور ہر حدث (بے وضو ہونے) کے بعد فوراً وضو کرنا مستحب ہے۔فتاویٰ قاضی خاں، وخزانۃ المفتیین وفتاویٰ ہندیہ وغیرہا میں وضوے مستحب کے شمار میں ہے۔

ومنها المحافظة على الوضوء و تفسيره أن يتوضأ كلما احدث ليكون على الضوء فى الأوقات كلها .

یعنی مستحب ہے ہر وقت باوضو رہنا،اس کا مطلب یہ ہے کہ جب حدث ہو فوراً وضو کرلے تاکہ ہمہ وقت باوضو رہے۔

بلکہ امام رکن الاسلام محمد بن ابوبکر نے شِرعَة الاسلام میں اسے اسلام کی سنتوں میں بتایا۔فرماتے ہیں:المحافظة على الوضوءِ سنة الإسلام (وضو پر محافظت اسلام کی سنتوں یعنی مستحسن طریقوں میں ہے)۔

اس کی شرح مفاتیح الجنان میں بستان العارفین امام فقیہ ابواللیث سے ہے، ہم کو حدیث پہنچی کہ اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے فرمایا: اے موسیٰ! اگر بے وضو

ہونے کی حالت میں تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو خود اپنے آپ کو ملامت کرنا۔

اسی میں کتاب خالصۃ الحقائق ابوالقاسم محمود بن احمد فارابی سے ہے، بعض عارفین نے فرمایا: جو ہمیشہ باوضو رہے اللہ تعالیٰ اسے سات فضیلتوں سے مشرف فرمائے۔

(۱) ملائکہ اس کی صحبت میں رغبت کریں۔

(۲) قلم اس کی نیکیاں لکھتا رہے

(۳) اس کے اعضا تسبیح کریں

(۴) اس سے (نماز کی) تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو

(۵) جب سوئے اللہ تعالیٰ کچھ فرشتے بھیجے کہ جن وانس کے شر سے اس کی حفاظت کریں

(۶) سکرات موت (موت کی سختی) ان پر آسان ہو

(۷) جب تک باوضو رہے امانِ الٰہی میں رہے،

(فتاوی رضویہ قدیم: ۱/ ۱۸۵، ۱۸۶، رضا اکیڈمی ممبئی)

دیکھا آپ نے باوضو رہنے کے کیا کیا فضائل وفوائد ہیں اور یہ کیسی اہم سنت ہے جس پر حضرت خواجہ غریب نواز پورے طور سے کاربند تھے، آپ کا یہ عمل بھی ہمارے لیے درسِ عبرت ونصیحت ہے۔

(۵) عفوو درگزر

حضرت خواجہ بزرگ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ عفوو درگزر میں کمال کے درجے پر فائز تھے، چنانچہ ایک بار کا واقعہ ہے کہ ایک بدبخت ایک دشمن خواجہ کے کہنے پر آپ کے قتل پر آمادہ ہو گیا اور اسی ارادے سے آپ کے پاس آیا۔ جب وہ شخص قریب آیا تو حضرت خواجہ نے نرمی سے فرمایا، تم جس کام سے آئے ہو شروع کرو، یہ سنتے ہی وہ شخص کانپنے لگا، چھری بغل سے نکال کر پھینک دی اور قدموں پر گر گیا اور کہا میں کسی کے بہکانے پر آ گیا تھا

مجھے سخت سے سخت سزا دیجیے، مجھے قتل کر دیجیے، لیکن حضرت خواجہ نے اسے اٹھایا اور فرمایا تم نے کوئی برائی نہیں کی اور اگر کرتے بھی تو درویشی کا تقاضا یہی تھا کہ میں تمہارے ساتھ نیکی کرتا، جا میں نے تجھے معاف کیا۔ پھر اس کے لیے دعا کی، وہ شخص یہ دیکھ کر بہت متاثر ہوا، اور پھر آپ سے بیعت ہو کر ہمیشہ کے لیے خدمت میں رہنے لگا، کئی بار حج کیا اور وہیں سپردِ خاک ہوا۔ (سید الاقطاب مترجم محمد معین الدین پروفیسر، مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی، پاکستان، ص ۱۴۹)

آج کے بڑے بڑے صوفی بننے والے حضرات ذرا ذرا سی بات کو لے کر آپس میں مقدمہ بازی اور قتل و خون تک کی انتقامی کاروائی میں ملوث نظر آتے ہیں، ان کے لیے حضرت خواجہ پاک کا یہ واقعہ بہت بڑا سبق ہے، اور یہ عفو و درگزر یقیناً سرکارِ دو عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بہت بڑی سنت ہے، جیسا کہ سرکار نے بار بار اپنے جانی دشمنوں کو معاف فرمایا، خاص طور سے جب مکہ فتح ہوا تو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود مکمل اختیار و اقتدار اور کثرتِ تعداد کے اپنے تمام دشمنوں کو معاف فرما دیا اور اعلان کر دیا کہ **لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ اِذْھَبُوْا وَاَنْتُمُ الطُّلَقَاء** ۔ آج تمہارے اوپر کوئی بدلا نہیں، جاؤ، اب تم سب آزاد ہو۔ واقعی جو اللہ کا ولی اور سچا بندہ ہوتا ہے وہ اس کے سچے رسول کا ضرور متبع و فرماں بردار ہوتا ہے، اور سرکار خواجہ بزرگ بھی اس معیار پر پورے اترتے نظر آتے ہیں۔

(٦) پڑوسیوں کے حقوق کی پاسداری

اسلامی حقوق میں یہ بھی ہے کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا جائے۔ کسی مسلمان کا انتقال ہو جائے تو جنازے میں شریک ہوا جائے اور مغفرت کی دعا کی جائے، چنانچہ حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ان سنتوں پر عامل تھے، راحت القلوب میں منقول ہے کہ پڑوسیوں میں کسی کا انتقال ہو جاتا تو جنازے کے ہمراہ ضرور تشریف لے جاتے، نماز جنازہ اور تدفین کے بعد تمام لوگ جب واپس ہو جاتے تو تنہا اس کی قبر پر بیٹھتے اور اس وقت کی مناسبت سے دعائیں کرتے۔

(راحت القلوب ملفوظاتِ خواجہ فرید الدین گنج شکر ص ۴۰، مشمولہ ہشت بہشت، مکتبہ جامِ نور، دہلی)

اس میں بھی مندرجہ ذیل سنتوں پر عمل ہے مثلاً:

(۱) پڑوسیوں کے حق کا لحاظ

(۲) مومن کی نماز جنازہ میں شرکت

(۳) جنازے کے ساتھ چلنا

(۴) تدفین میں شریک ہونا

(۵) بعد دفن میت کے لیے دعا کرنا

اب ہر ایک کے لیے حدیثیں ملاحظہ کرلیں۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حق المسلم على المسلم خمس: رد السلام وعيادة المريض، واتباع الجنائز، وإجابة الدعوة، وتشميت العاطس.

مسلمان کا مسلمان پر پانچ حق ہے، سلام کا جواب دینا، مریض ہو تو اس کی عیادت کرنا، جنازے میں جانا، دعوت قبول کرنا، چھینکنے پر جب الحمد للہ کہے تو جواب میں یَرْحَمُکَ اللہ کہنا۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ ص ۱۳۳، کتاب الجنائز)

اس حدیث میں مسلمان کا حق اس کے مرنے کے بعد اس کے جنازے میں جانا بتایا گیا جس کا سنت ہونا واضح ہے۔

(۲) حضرت عائشہ وحضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما زال جبرئيل يوصيني بالجار حتى ظننت أنه سيورثه.

جبرئیل برابر مجھے پڑوسی کے بارے میں تاکید کرتے رہے، یہاں تک کہ میں نے

گمان کیا کہ عنقریب ایک دوسرے کو وارث قرار دے دیں گے۔ (بخاری ومسلم مشکوٰۃ ص ۴۲۲ باب الشفقۃ والرحمۃ)

اس جامع حدیث میں پڑوسیوں کے ہر طرح کے حقوق آگئے یعنی اس میں ہر وہ سلوک شامل ہے جو پڑوسیوں کے حق میں مفید اور ان کی دلداری وخیر خواہی کا سبب ہو۔

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اتبع جنازة مسلم ايمانا واحتسابا وكان معه حتى يصلى عليها ويفرغ من دفنها فانه يرجع من الأجر بقيراطين كل قيراط مثل أحد.

جو کسی مسلم کے جنازے کے پیچھے چلا ایمان کے سبب اور ثواب طلب کرتے ہوئے، اور اس کے ساتھ اس وقت تک رہا حتیٰ کہ اس پر نمازِ جنازہ پڑھ لی گئی اور اس کے دفن سے فراغت حاصل کر لی گئی تو وہ دو قیراط اجر لے کر واپس آتا ہے اور ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ثواب رکھتا ہے اور جو نماز تو پڑھے لیکن دفن سے پہلے واپس آجائے تو اس کو ایک قیراط ثواب ملے گا۔ (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ ص ۱۴۴، باب المشی بالجنازہ)

اس حدیث میں جنازے کے ساتھ جانے، دفن میں شریک ہونے کے ثواب وسنت کا واضح بیان ہے۔

(۴) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی فرمایا:

إذا فرغ من دفن الميت وقف عليه فقال استغفروا لأخيكم ثم سلوا له بالتثبيت فإنه الآن يسأل.

جب رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دفنِ میت سے فارغ ہوتے تو اس کے پاس ٹھہرتے اور فرماتے، اپنے بھائی کے لیے مغفرت طلب کرو اور اس کے لیے سوال

کے وقت ثابت قدمی کی دعا کرو، کیونکہ ابھی اس سے سوال ہوگا۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ ص ۲۶ باب اثبات عذاب القبر)

اس حدیث سے بعد دفن ٹھہرنے کی سنت کا ثبوت ملتا ہے۔

(۵) حضرت جابر کہتے ہیں ہم لوگ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے میں نکلے:

فلما صلی علیه رسول الله ﷺ ووضع في قبره وسوي علیه سبح رسول الله ﷺ فسبحنا طویلاً ثم کبر فکبرنا فقیل یارسول الله لم سبحت ثم کبرت؟ قال لقد تضایق علیٰ هٰذا العبد الصالح قبره حتی فرجه الله عنه.

جب ان کی وفات ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ جنازہ پڑھ لی اور ان کو قبر میں رکھ دیا گیا پھر اس پر مٹی برابر کر دی گئی تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم نے سبحٰن اللہ سبحٰن اللہ پڑھا، پھر حضور نے اللہ اکبر کہا تو ہم نے بھی اللہ اکبر کہا، پھر حضور سے دریافت کیا گیا کہ یارسول آپ نے پہلے تسبیح پڑھی پھر تکبیر کہی اس کا کیا مطلب؟ تو ارشاد فرمایا: اس مردِ صالح پر اس کی قبر تنگ ہوگئی تھی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے (اس تسبیح وتکبیر) کی برکت سے اس کو کشادہ کر دیا۔ (امام احمد، مشکوٰۃ ص ۲۶، باب اثبات عذاب القبر)

ان دونوں روایتوں سے میت کے دفن کے بعد قبر پر تھوڑی دیر تک ٹھہرنا اور اس کے لیے دعائے رحمت ومغفرت یا تسبیح وتکبیر پڑھنا جو سبب رحمت ہے، ثابت ہوتا ہے، حضرت خواجہ بزرگ رضی اللہ عنہ اس سنت کریمہ پر بھی عمل فرماتے تھے۔ افسوس کہ آج یہ عمل سنت متروک ہوتا جارہا ہے۔ دوسری بات قابل توجہ یہ ہے کہ جب مردِ صالح کی قبر تنگ ہو جاتی ہے تو گنہ گار کا کیا حال ہوگا! اس سے گناہ کرنے والے اور بے باک لوگ ڈریں اور سبق

حاصل کریں۔

(۷) خلال کا اہتمام

ایک مرتبہ حضرت خواجہ اجل رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کی نماز کا تازہ وضو فرما رہے تھے کہ اتفاقاً انگلیوں کا خلال بھول گئے، غیبی فرشتے نے آواز دی اے خواجہ تو رسول اللہ کی دوستی کا دعویٰ کرتا ہے اور ان کی امت بنتا ہے لیکن ان کی سنت کو ترک کرتا ہے، اس کے بعد حضرت خواجہ نے قسم کھائی کہ اس وقت سے لے کر مرتے دم تک میں کوئی سنت ترک نہیں کروں گا۔ (دلیل العارفین مترجم ص ۳، مکتبہ جام نور، دہلی)

اس واقعے سے اندازہ لگانا چاہیے کہ حضرت خواجہ بزرگ سنتوں کے کس قدر پابند تھے، یہاں انگلیوں کے خلال سے متعلق بھی چند حدیثیں سماعت کریں، ہم انھیں پڑھیں اور اس سلسلے میں اپنی غفلتوں کا علاج بھی کرتے جائیں۔

(۱) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمایا:

حبذا المتخللون من أمتي قال وما المتخللون يارسول الله! قال: المتخللون في الوضوء والمتخللون من الطعام. أما تخليل الوضوء فالمضمضة والاستنشاق وبين الأصابع وأما تخليل الطعام فمن الطعام، إنه ليس شئ أشد على الملكين من أن يريا بين أسنان صاحبهما طعاما وهو قائم يصلي .

میری امت میں خلال کرنے والے لوگ کتنے اچھے ہیں، صحابہ نے عرض کیا یہ خلال کرنے والے کون لوگ ہیں یا رسول اللہ، فرمایا وضو میں خلال کرنے والے، کھانے سے (دانتوں کا) خلال کرنے والے، اب رہا وضو کا خلال تو یہ کلی، استنشاق (ناک

صاف کرنا) اور انگلیوں کے درمیان خلال کرنا ہے، رہا کھانے سے خلال تو اس کے بارے میں سنو کہ دونوں فرشتے (کراماً کاتبین) پر سب سے سخت یہ بات ہوتی ہے کہ وہ دانتوں کے درمیان کھانے کا کوئی اثر اس حال میں دیکھیں کہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے۔ (الترغیب والترہیب للمنذری: ۱/۲۳۲)

اس سے معلوم ہوا کہ کھانے کے بعد منہ صاف کرنا دانتوں میں خلال کرنا سنت ہے۔ یہی آج کی میڈیکل سائنس والے بھی کہتے ہیں جب کہ ہمارے آقا نبی کریم ﷺ بہت پہلے اس کی اہمیت بیان فرما چکے ہیں۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار نے فرمایا:

من لم يخلل أصابعه بالماء خللهما اللّٰه بالنار يوم القيامة.

جو اپنی انگلیوں کا پانی سے خلال نہ کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے درمیان آگ بھر دے گا۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر۔ الترغیب: ۱/۲۳۴، الترغیب فی تخلیل الاصابع)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے، فرمایا:

خللوا الأصابع الخمس لايحشوها اللّٰه نارا.

پانچوں انگلیوں میں خلال کرو، اللہ تعالیٰ ان کو آگ سے نہیں بھرے گا۔ (الترغیب: ۱/۲۳۴)

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تخللوا فإنه نظافة والنظافة تدعوا إلى الإيمان والإيمان مع صاحبه في الجنة.

خلال کرو، اس لیے کہ اس میں نظافت (صفائی ستھرائی) ہے اور نظافت ایمان کی طرف

لے جاتی ہے اور ایمان اپنے دوست کے ساتھ جنت میں ہوگا۔(رواہ الطبرانی فی الکبیر)

نظافت کی جب اتنی تاکید اور فضیلت ہے تو طہارت (پاکی) کی کس قدر ہوگی اس سے اس کا بھی بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے!۔

اسباغِ وضو کی بھی حدیثوں میں بڑی فضیلت آئی ہے اور اِسباغ کا تقاضا ہے کہ انگلیوں کے درمیان خلال کیا جائے تاکہ اس کی پوروں میں کسی حصے کے خشک رہنے کا اندیشہ باقی نہ رہے، کیونکہ اعضاے وضو کا کچھ حصہ بھی خشک رہ جائے یا اس پر پانی نہ بہے اگرچہ تر ہو جائے تو وضو ہی نہ ہوگا، اس لیے خلال کی سخت تاکید ہے تاکہ پورے اعضا اچھی طرح دُھل جائیں، اور وضو مکمل ہو۔

(۸) مصائب برداشت کرنے کے لیے تیار رہنا

حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی خوبیوں میں ایک یہ بھی ہے کہ آپ مشکلات ومصائب سے گھبراتے نہیں، بلکہ اس کے لیے مستعد اور تیار رہتے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ بیان کرتے ہیں کہ میں بیس (۲۰) سال تک اپنے پیر ومرشد (خواجہ غریب نواز) کی خدمت میں حاضر رہا، میں نے کبھی نہ سنا کہ آپ نے اپنی صحت وسلامتی کی دعا مانگی ہو بلکہ اکثر آپ کی زبانِ فیض الہام پر یہ دعا جاری رہتی کہ خدا! جہاں کہیں کوئی درد وغم اور مصیبت ہو اسے معین الدین کے لیے نامزد کردے۔

ایسے موقع پر میں جسارت کرتے ہوئے عرض کرتا: حضور! یہ کیسی دعا ہے جو آپ نے لیے کررہے ہیں۔ فرماتے: جب کسی مسلمان کو سخت درد وآزمایش یا بیماری میں مبتلا کیا جاتا ہے تو یہ آزمایش اس کے لیے صحت ایمان کی دلیل ہوجاتی ہے اور وہ ان مصائب کی وجہ سے گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہوجاتا ہے کہ گویا ابھی شکم مادر (ماں کے پیٹ) سے پیدا ہوا ہے۔ (مونس الارواح مترجمہ: ۴۲، بیت الحکمت، گھوسی)

لیکن عام طور سے دیکھا گیا ہے کہ لوگ مشکلات سے گھبراتے ہیں اور اس کے فوائد پر توجہ نہیں دیتے۔ جب کہ خواجہ بزرگ قدس سرہ اس سلسلے میں بڑے فراخ دل اور کشادہ قلب واقع ہوئے تھے۔ مشکلات ومصائب میں گناہوں کا کفارہ ہونا احادیث نبویہ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ ذیل میں حدیث ملاحظہ کریں اور سبق لیں :

حضرت ابوہریرہ وابوسعید رضی اللہ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

ما یصیب المسلم من نصب ولا وصب ولا هم ولا حزن ولا أذى ولا غم حتى الشوكة يشاكها إلا كفر الله بها من خطاياه . (مشکوٰۃ المصابیح، باب عیادۃ المریض:۱۳۴)

مسلمان کو جو تکلیف، مرض اور فکر وغم لاحق ہوتا ہے یہاں تک کہ کانٹا جو اسے چبھ جائے مگر اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کی خطائیں معاف فرمادیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

ما من مسلم يصيبه أذى من مرض فما سواه إلا حط الله تعالىٰ به سيآته كما تحط الشجرة ورقها . (مشکوٰۃ المصابیح)

مسلمان کو جو بھی اَذیت پہنچتی، مرض ہو یا اس کے سوا کچھ اور اللہ تعالیٰ اس کے سیئات (گناہ) کو گرادیتا ہے جیسے پیڑ (درخت) اپنے پتوں کو گرالیتا ہے۔

اب چند احادیث اور ملاحظہ ہوں جن میں بیماری اور پریشانی کو رفع درجات کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

عظم الجزاء مع عظم البلاء وإن الله إذا أحب قوما ابتلاهم فمن رضى فله الرضا ومن سخط فله السخط. (سنن

ابن ماجہ، باب الصبر علی البلاء:۳۰۱۔مشکوٰۃ:۱۳۶)

جتنی بلا (آزمائش) زیادہ اتنا ہی ثواب زیادہ اور اللہ عزوجل جب کسی قوم سے محبت فرماتا ہے تو اسے آزمائش میں ڈالتا ہے، جو راضی ہو (اللہ کی قضا پر) اس کے لیے رضا (اور اللہ کی خوشنودی) ہے اور جو ناراض ہوا اس کے لیے (اس کی) ناخوشی ہے۔

محمد بن خالد سلمی اپنے والد، وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إن العبد إذا سبقت له من اللّٰه منزلة لم يبلغها بعمله ابتلاه اللّٰه في جسده أو في ماله أو في ولده ثم صبره علىٰ ذالک حتى يبلغه المنزلة التي سبقت له من اللّٰه . (مشکوٰۃ المصابیح، باب عیادۃ المریض:۱۳۷)

بندے کے لیے علم الٰہی میں کوئی مرتبہ مقرر ہوتا ہے اور وہ اعمال کے ذریعہ اس رتبے تک نہ پہنچ سکا تو بدن یا مال یا اولاد میں اس کو آزماتا ہے، پھر اسے اس پر صبر دیتا ہے، یہاں تک کہ اسے اس مرتبے کو پہنچا دیتا ہے جو علم الٰہی میں اس کے لیے مقرر ہے۔

اس سلسلے میں اور کئی حدیثیں ہیں اہل ایمان کو چاہیے کہ انھیں مطالعے میں لائیں تا کہ مرض یا کسی مصیبت میں مبتلا ہونے کے وقت انھیں صبر نصیب ہو اور آخرت کا اَجر بھی۔ یہ احادیث ان حضرات کے لیے اور زیادہ درسِ عبرت ہیں جو احادیث کے درس وتدریس میں مشغول ہیں تا کہ ایسے مواقع پر ان کا صبر اور استقامت دوسرے مسلمان بھائیوں کے لیے نمونۂ عمل بنے۔

حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہ کا اِرشاد اس سلسلے میں گزرا جس سے معلوم ہوتا

ہے کہ حضرت خواجہ از خود مصائب جھیلنے کا حوصلہ رکھتے تھے، یہ شان بھی انبیا اور اولیا ہی کی ہے، عام مومنین کے اندر یہ حوصلہ شاید ہی پایا جاتا ہے۔ان میں بھی جو کامل الایمان ہوگا اسی سے اس کی توقع ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ان محبوب بندوں کا صدقہ ہمیں بھی عطا فرمائے۔

غرضیکہ سرکار غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ساری زندگی اتباعِ سنت وشریعت کی آئینہ دار تھی۔آپ کے اخلاقِ کریمانہ رسول گرامی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اخلاقِ حسنہ کا پرتو تھے،غریبوں کی خبر گیری،محتاجوں کی امداد واعانت، بھوکوں کو کھانا کھلانا،مشکلات میں صبر وشکیب کے پیکر بن جانا،مظلوموں کی دادرسی، بڑوں کا ادب واحترام اور چھوٹوں پر شفقت، جود وسخا،قرآن پاک کی تلاوت وہ بھی اس قدر کہ روزانہ دو ختم فرماتے،اکثر عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرنا مسلسل روزے رکھنا،قبور اولیاو مسلمین کی زیارت، غرض آپ کی زندگی کا لمحہ لمحہ ذکرِ خدا اور رسول اور اتباع واطاعت محبوب میں گزرتا،خلق خدا کی تربیت اور دین حق کی تبلیغ واشاعت آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔سب پر احادیث پیش کی جائیں تو ایک طویل دفتر تیار ہو جائے گا، اس لیے اسی قدر پر اکتفا کیا جارہا ہے۔ اصل مقصود ہے سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ کے اتباعِ سنت وشریعت کی ایک جھلک پیش کرنا،اور وہ اس قدر سے حاصل۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ ہندوستان میں دین کی اشاعت کا جو نمایاں کارنامہ حضرت خواجہ نے انجام دیا ہے اس کی مثال ہندوستان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔اور اس راہ میں جہاں آپ کی روحانی قوت وکرامات کو دخل ہے وہیں اتباع شریعت وسنت کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے، آج کے اس دورِ رُستا خیز (نازک دور) میں آپ کا اسوۂ مبارکہ ہمارے لیے بہترین رہنما ہے۔

افسوس کہ آج بالعموم مسلمان حضرت خواجہ کی بارگاہ میں صرف غریبی اور دنیاوی

پریشانی کا شکوہ لے کر حاضر ہوتے ہیں اور انھیں کے لیے دعائیں کرتے ہیں جب کہ ہمیں چاہیے کہ اپنے آپ کو سرکار غریب نواز کے ارشادات کے سانچے میں ڈھال لیں، عبادتِ خدا و اطاعت رسول میں اپنے وجود کو کھپا دیں، تب جا کر ہمیں فیضانِ خواجہ کا بڑا حصہ ملے گا۔

نماز جو اسلام میں اہم الفرائض ہے اور سرکار غریب نواز اس کے سخت پابند تھے، اس سے غفلت عام ہوتی جا رہی ہے، کتنے پیر اور گدی نشین بننے والے بھی اس اہم فرض سے غافل نظر آتے ہیں وہ سوچتے ہیں صرف خواجہ کا نام لینے ہی سے بیڑا پار ہو جائے گا، نماز وغیرہ عبادات کی ضرورت ہی نہیں، خواجہ غریب نواز روزانہ دو ختم قرآن کرتے لیکن ہم میں کتنے ہیں جو سرے سے قرآن پڑھنا بھی نہیں جانتے، اور جو پڑھے ہوتے ہیں اکثر ان کا حال یہ ہے کہ دو ماہ میں بھی ایک ختم کرنا دشوار اور بار سمجھتے ہیں۔

بیشتر زائرین کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ اجمیر جاتے آتے نمازوں کو ترک کرتے رہتے ہیں، جب کہ وہ گھروں پر نماز پڑھتے ہیں، گویا خواجہ کی بارگاہ میں حاضری کے وقت ہمیں کچھ مزید ذکر و فکر اور عبادت میں مشغولیت اختیار کرنی چاہیے تا کہ حضرت خواجہ غریب نواز کی روح پر فتوح خوش ہو کر ہماری طرف متوجہ ہو لیکن ہمارا معاملہ الٹا ہوتا ہے کہ فرض نمازوں تک کو گنواتے جاتے ہیں اور یوں ہی گنواتے واپس آتے ہیں۔ ان حضرات پر اور زیادہ افسوس ہوتا ہے جو پرائیوٹ اور ریز روگاڑیوں سے جاتے ہیں لیکن پھر بھی نمازوں کے لیے رکنے رکانے کی زحمت نہیں کرتے۔

عقیدت مندانِ خواجہ غریب نواز کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندوستان میں دین پھیلانے کے لیے بھیجا اور الحمد للہ آپ اپنے اس مشن میں خوب خوب کامیاب بھی ہوئے، لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ خواجہ کا دم تو بھرتے ہیں لیکن دین کی تبلیغ و اشاعت کے بارے میں سوچتے بھی نہیں،

اور دوسروں میں ہم کیا دین پھیلائیں گے جب خود اپنے اندر دین برپا کرنے کا کوئی جذبہ نہیں پاتے ورنہ آج بھی اگر کوشش کی جائے تو اسلام پھیلتا بڑھتا نظر آئے گا۔ ہاں! معدودے چند ایسے بھی جو اس راہ میں کوشاں ہیں ان کی کوششیں بار آور بھی ہوتی ہیں، جب کہ اس سلسلے کو دراز کرنے کی ضرورت ہے۔

لہٰذا ضرورت ہے کہ آج ہم اپنے کو دین حق کی سچی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالیں، اپنے اخلاق بلند کریں، اپنے کو سچائی کا خوگر بنائیں، سنت وشریعت پر عمل کا سچا جذبہ اپنے اندر پیدا کریں تو جو ہمارا یہ عمل ہی اسلام کی تبلیغ واشاعت میں بڑا معاون بن جائے گا جو سرکار غریب نواز کا اصل مشن تھا۔

کاش آج مسلمان جس جذبہ وولولہ اور والہانہ پن سے حضرت خواجہ کے آستانے پر حاضری دیتے ہیں اسی طرح ان کے مشن کو آگے بڑھانے میں دلچسپی لیں تو واقعی آج پھر سے اسلام کا بول بالا ہوسکتا ہے، اور فرقہ پرستی وتعصب اور تنگ نظری کا بھی اس طرح یہ ایک بہترین علاج ہوسکتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ دنیا ہمارے اوپر غالب نہ ہو، بلکہ ہمارے اوپر دین کی حکمرانی ہو اور رضائے مولیٰ مقصود زندگانی ہو، مولیٰ ہمیں اپنی رضا سے نوازے، اپنی رضا کے کام کی توفیق دے، اپنے محبوب کی اتباع کا سچا جذبہ عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وآلہ و صحبہ الصلاۃ والتسلیم۔

مرشد خواجہ غریب نواز

حضرت عثمان ہارونی علیہ الرحمہ کے اِرشاداتِ عالیہ

حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز کے مرشد گرامی خواجہ عثمان ہارونی علیہما الرحمۃ والرضوان بڑے پائے کے بزرگ گزرے ہیں۔ سالِ ولادت غالبًا ۵۳۶ھ/۱۱۴۱ء ہے۔آپ حافظ قرآن تھے، دیگر متداول علوم وفنون کو بھی حاصل کیا۔علوم ظاہر کی تحصیل کے بعد علم باطن کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت خواجہ شریف زندگی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور خلافت سے سرفراز کیے گئے۔

حضرت خواجہ غریب نواز کو ان سے بے پناہ عقیدت تھی۔ ایک مرتبہ کسی محفل میں رونق افروز تھے کہ کچھ وقفے وقفے سے اُٹھ کھڑے ہوتے۔لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا: مرشد کا مزار نظر میں آجاتا ہے تو میں احتراماً کھڑا ہو جاتا ہوں۔

حضرت خواجہ غریب نواز نے اپنے مرشد کے ساتھ بیس سال کا سفر کیا۔ ان کی صبح وشام دیکھی، ان کی زندگی کو نمونہ پایا، ان کے ارشادات سنے اور ان سے استفادہ کیا۔ آپ نے اپنے مرشد کے ملفوظات 'انیس الارواح' میں جمع فرمائے ہیں، ذیل میں انھیں ملفوظات وارشادات سے چند پھول چن کر پیش کیے جاتے ہیں جو ہم سب کے لیے درسِ عبرت ہیں :

☆ حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمہ نے فرمایا: سمرقند میں شیخ عبدالواحد سمرقندی سے میں نے سنا: ایمان میں کچھ مزہ نہیں تاوقتیکہ کہ شب وروز قیام نہ کیا جائے۔(یعنی عبادت میں نہ گزارا جائے) تو جو شخص یہ کام کرتا ہے وہی ایمان کا لطف اُٹھاتا ہے۔

☆ فرمایا: عالموں کا حسد اچھا نہیں، خصوصاً مسلمان کے لیے۔ بعض علما نے فرمایا: حسد دل سے نکال دینا چاہیے جب حسد دل سے نکال دیں گے تب جنت میں جائیں گے۔

☆ فرمایا: مومن وہ شخص ہے جو تین چیزوں کو دوست رکھے۔ اول موت۔ دوم درویشی۔ سوم فاتحہ، جوان تینوں کو دوست رکھتا ہے فرشتے اس کو دوستے رکھتے ہیں اور اس کا بدلا جنت ہے۔

☆ فرمایا: اللہ تعالیٰ اس مومن کو پسند فرماتا ہے جو کسی مومن کی ضرورت پوری کرے۔ جو شخص مومن کی عزت وتوقیر کرتا ہے اس کا مقام بہشت ہے۔ اور خداوند قدوس اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔

☆ فرمایا: نماز اور شریعت کے فرائض کا منکر کافر ہے۔

☆ فرمایا: صدقہ دینا ہزار رکعت نماز سے بہتر ہے۔ (کیوں کہ اس سے بخیلی دور ہوتی ہے۔ نفل پڑھنا آسان ہے، لیکن مال خرچ کرنا بخیل کے لیے بہت گراں ہے)

☆ مومن کو گالی دینا اپنی ماں بہن کے ساتھ زنا کرنے کے برابر ہے۔ ایسے شخص کی سو دن تک دعا قبول نہیں ہوتی!۔

☆ فرمایا: اگر کوئی اوراد ووظائف (ذکر وتلاوت) میں مشغول ہو اور کوئی حاجت مند آجائے تو لازم ہے کہ وہ اوراد ووظائف چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو اور اپنے مقدور کے مطابق اس کی حاجت پوری کرے۔

☆ فرمایا: زُہد (دنیا سے بے رغبتی) کی افضل ترین قسم یہ ہے کہ آدمی موت کو یاد کرے۔

☆ اور فرمایا: خدائے تعالیٰ کے ایسے بھی دوست ہیں کہ وہ دنیا میں ایک لمحے کے لیے بھی اس سے غافل ہوں تو ان کی ہستی مٹ جائے۔

(سلطان الہند خواجہ غریب نواز، از مولانا محمد عاصم اعظمی: ۷۸)

خواجہ غریب نواز اور درسِ ایمان وعمل

خواجۂ خواجگاں، سلطان الہند عطاے رسول سیدنا معین الدین حسن اجمیری علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی ٦/رجب ٦٣٣ھ) کی شان بڑی نرالی اور عظیم ہے۔ ہندوستان میں ان کی تشریف آوری سے اسلام کو بہت فروغ ملا۔ سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کرامتوں نے یہاں کے جادوگروں اور ہندو جوگیوں کو مات دے کر اسلام کا غلغلہ بلند کیا۔ دوسرے یہ کہ آپ کے اعمالِ صالحہ نے ان کے دلوں میں وہ اثر ڈالا کہ جوق در جوق کفارِ ہند حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مقامات سلوک کیسے حاصل کیے، کیسے کیسے بزرگوں سے ملے اور خود پیر ومرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کیسی خدمت کی، یہ باتیں قابل غور اور لائق توجہ ہیں۔ حضرت خواجہ نے بیس سال تو اپنے مرشد کی خدمت میں رہ کر سیر وسیاحت کرتے رہے۔ مرشد سے جدا ہونے کے بعد بھی کافی عرصے تک سیاحت کی اور اولیاء اللہ کے ارشادات وفرمودات سے متمتع (فیضیاب) ہوتے رہے۔

کشف وکرامات کے واقعات تو بہت سی کتابوں میں ملیں گے جن سے خواجۂ خواجگاں کی عظمت ولایت کا ضرور پتہ چلتا ہے مگر یہاں حضرت خواجہ کی زندگی اور سیاحت کے وہ واقعات بیان کرنا چاہتا ہوں جن سے خود حضرت خواجہ نے بڑا سبق حاصل کیا اور جن سے متاثر ہو کر آپ نے اپنی زندگی میں نکھار پیدا کیا تا کہ ہم بھی اپنی زندگی میں انقلاب لائیں اور ان واقعات سے سبق لیں۔ کرامات بلاشبہہ برحق ہیں لیکن بزرگوں کی

زندگی میں عمل وتقویٰ کی جو مثالیں پائی جاتی ہیں ان کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے اس سے عمل کا جذبہ اور عبادت کا شوق بیدار ہوتا ہے۔

والد کے انتقال کے بعد حضرت خواجہ نے وراثت میں ملے باغ کی رکھوالی شروع کر دی۔ ایک روز ایک مجذوب بزرگ ابراہیم قندوری نامی تشریف لائے۔ حضرت خواجہ نے انگور کے خوشے پیش کیے۔ آپ نے انگور نہ کھائے، اور کھلی کے ایک ٹکڑے کو دانتوں سے چبا کر خواجہ کے منہ میں ڈال دیا۔ اس کھلی کا کھانا تھا کہ حضرت خواجہ کا دل انوارالٰہی سے روشن ہو گیا۔ دنیاوی علائق کو چھوڑ کر طلب مولا میں لگ گئے۔ بخارا اور سمرقند جا کر سب سے پہلے علوم ظاہری سے اپنے کو آراستہ کیا۔ پھر سمرقند سے روانہ ہو کر عراق پہنچے اور قصبہ ہارُوَن میں شیخ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی، آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ بیعت کے وقت مرشد نے وضو کرایا، دو رکعت نماز پڑھوائی، پھر قبلہ رخ ہو کر سورہ بقرہ پڑھنے کو کہا، اس کے بعد اکیس بار درود شریف پڑھوایا اور ساٹھ بار سبحان اللہ، پھر آسمان کی طرف چہرۂ مبارک اٹھا کر اور خواجہ غریب نواز کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا میں نے تجھ کو خدا تک پہنچایا اور اس کی بارگاہ کا مقبول کیا۔

ذیل میں وہ واقعات نقل کیے جاتے ہیں جو حضرت خواجہ بزرگ کی زندگی پر اَثر انداز ہوئے اور باطن کو سنوارنے میں مدد کی۔

جس کو موت آنے والی ہو: اکثر تذکرہ نویسوں کا کہنا ہے کہ حضرت خواجہ نے بیس سال تک اپنے مرشد کی خدمت کی، حتیٰ کہ سفر میں بستر اور دیگر ضروری سامان سر پر رکھ کر چلتے۔ دورانِ سفر مرشد نے عجیب عجیب بزرگوں سے ملاقات کرائی۔ چنانچہ مرشد کی معیت میں سیوستان پہنچے، شیخ صدرالدین محمد سیوستانی سے ملنے ان کے عبادت خانے میں گئے اور کئی روز وہاں گزارے، ان کے استغراق کا عجیب عالم تھا۔ موت اور قبر کا حال سنتے ہی بید کی طرح کانپتے اور روتے، یہاں تک کہ ان کی آنکھوں سے خون بہنے لگتا، جیسے کسی

چشمے سے پانی بہتا ہو، سات سات روز روتے ہی رہتے، ایسا روتے کہ دیکھ کر دوسروں کو رونا آجاتا۔ ایک موقع پر حضرت خواجہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اے عزیز! جس کو موت آنے والی ہو، اور اس کا حریف ملک الموت ہو، اس کو سونے، ہنسنے اور خوش رہنے سے کیا کام۔

اس کے بعد فرمایا: اے عزیز! اگر تمہیں ان لوگوں کا ذرا بھی حال معلوم ہو جائے، جو زمین کے نیچے ایسی کوٹھری میں سوتے ہیں، جس میں سانپ بچھو بھرے ہوئے ہیں تو اس کو معلوم کرتے ہی تم اس طرح پگھل جاؤ گے جیسے پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔

پھر انھوں نے فرمایا: ایک دن میں ایک بزرگ کامل کے ساتھ بصرہ کے ایک قبرستان میں بیٹھا تھا اور پاس ہی ایک قبر میں مردے پر عذاب ہو رہا تھا۔ ان بزرگ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو زور سے نعرہ مارا اور زمین پر گر پڑے، میں نے ان کو اٹھانا چاہا مگر ان کی روح قالب سے پرواز کر چکی تھی، اور پھر تھوڑی ہی دیر میں ان کا سارا جسم پانی بن کر بہہ گیا۔ اس دن سے مجھ پر بھی قبر کی بڑی ہیبت طاری ہے۔ اس لیے اے عزیزو! دنیا میں مشغول نہ ہونا، کہ حق سے غافل ہو جاؤ۔ (دلیل العارفین)

یہ واقعہ جب سرکار غریب نواز نے سنا ہوگا ضرور ان کی بھی روح کانپ اُٹھی ہوگی۔ آج لوگ موت سے گھبراتے ہیں لیکن حساب کی فکر نہیں کرتے، گناہوں سے لت پت رہنے میں مزا ملتا ہے لیکن قبر کے عذاب سے نہیں ڈرتے، جب کہ سرکار اقدس آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کثرت سے موت کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا: قبروں کی زیارت کرو، اس سے دنیا میں بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور آخرت یاد آتی ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح: ۱۵۴، زیارۃ القبور)

افسوس آج ہم آخرت کی یاد سے تو بھاگتے ہیں لیکن کل آخرت سے بھاگ کر کہیں نہ جاسکیں گے!۔

پاؤں کاٹ کر پھینک دیا: اب بدخشاں کا ایک عبرت آموز واقعہ ملاحظہ کریں۔ حضرت خواجہ جب بدخشاں پہنچے تو وہاں کی خانقاہ میں ایک بزرگ کو دیکھا جن کا ایک پاؤں کٹا ہوا تھا۔ ان سے باتیں ہوئیں تو فرمایا کہ اس خانقاہ میں' میں عبادت کرتا تھا کہ ایک روز نفسانی خواہش میں مبتلا ہوکر باہر نکلنا چاہا، جیسے ہی ایک پاؤں باہر نکالا، ندا آئی: اے پابندِ عہد! اتنے ہی میں بھول گیا؟ یہ سن کر اس پاؤں کو چھری سے کاٹ کر پھینک دیا، اور چالیس سال سے عالم تحیر میں ہوں کہ قیامت کے دن درویشوں کے ساتھ خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ (انیس الارواح)

اللہ اکبر! کیسا خوفِ خدا ہے کہ جس کی مثال ملنی مشکل ہے!۔

بارگاہِ رسالت کی مقبولیت: اپنے مرشد گرامی کے ساتھ خواجہ غریب نواز نے حرمین طیبین کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا۔ مرشد نے خدا اور اس کے رسول کی بارگاہ میں اپنے محبوب مرید کے لیے دعائیں کیں، پھر مرشد نے خود سنا کہ قبر اطہر سے آواز آئی:

"معین الدین دوستِ ماست او را قبول کردم و برگزیدم۔"

(معین الدین ہمارا دوست ہے، اس کو قبول کیا اور برگزیدگی عطا کی)

پھر مدینہ منورہ ہی سے حضرت خواجہ کو ہندوستان جانے کی بشارت ملی۔ (سید الاقطاب و مونس الارواح)

بارگاہِ رسالت میں یہ مقبولیت بلا وجہ تو نہیں، یہ خواجہ پاک کے ایمان کی پختگی اور زہد وتقویٰ نیز اتباعِ شریعت ہی کا تو ثمرہ ہے۔

بارگاہِ مرشد میں مقبولیت: حضرت خواجہ غریب نواز کو اپنے مرشد سے بے پناہ عقیدت تھی، جس کا صلہ ان کو یہ ملا کہ مرشد نے ان کو بھی اپنا بنا لیا۔ چناں چہ آپ کے مرشدِ گرامی فرماتے ہیں:

"معین الدین محبوب خدا است مرا فخر است بر مریدی او"

چشمے سے پانی بہتا ہو، سات سات روز روتے ہی رہتے، ایسا روتے کہ دیکھ کر دوسروں کو رونا آجاتا۔ایک موقع پر حضرت خواجہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اے عزیز! جس کو موت آنے والی ہو، اور اس کا حریف ملک الموت ہو، اس کو سونے، ہنسنے اور خوش رہنے سے کیا کام۔

اس کے بعد فرمایا: اے عزیز! اگر تمھیں ان لوگوں کا ذرا بھی حال معلوم ہو جائے، جو زمین کے نیچے ایسی کوٹھری میں سوتے ہیں، جس میں سانپ بچھو بھرے ہوئے ہیں تو اس کو معلوم کرتے ہی تم اس طرح پگھل جاؤ گے جیسے پانی میں نمک پگھل جاتا ہے۔

پھر انھوں نے فرمایا: ایک دن میں ایک بزرگ کامل کے ساتھ بصرہ کے ایک قبرستان میں بیٹھا تھا اور پاس ہی ایک قبر میں مردے پر عذاب ہو رہا تھا۔ان بزرگ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو زور سے نعرہ مارا اور زمین پر گر پڑے، میں نے ان کو اٹھانا چاہا مگر ان کی روح قالب سے پرواز کر چکی تھی، اور پھر تھوڑی ہی دیر میں ان کا سارا جسم پانی بن کر بہہ گیا۔اس دن سے مجھ پر بھی قبر کی بڑی ہیبت طاری ہے۔اس لیے اے عزیزو! دنیا میں مشغول نہ ہونا، کہ حق سے غافل ہو جاؤ۔(دلیل العارفین)

یہ واقعہ جب سرکار غریب نواز نے سنا ہوگا ضرور ان کی بھی روح کانپ اُٹھی ہوگی۔ آج لوگ موت سے گھبراتے ہیں لیکن حساب کی فکر نہیں کرتے، گناہوں سے لت پت رہنے میں مزا ملتا ہے لیکن قبر کے عذاب سے نہیں ڈرتے، جب کہ سرکار اقدس آقاے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کثرت سے موت کو یاد کرنے کا حکم دیا ہے اور فرمایا: قبروں کی زیارت کرو، اس سے دنیا میں بے رغبتی پیدا ہوتی ہے اور آخرت یاد آتی ہے۔(مشکوٰۃ المصابیح:۱۵۴، زیارۃ القبور)

افسوس آج ہم آخرت کی یاد سے تو بھاگتے ہیں لیکن کل آخرت سے بھاگ کر کہیں نہ جاسکیں گے!۔

پاؤں کاٹ کر پھینک دیا: اب بدخشاں کا ایک عبرت آموز واقعہ ملاحظہ کریں۔ حضرت خواجہ جب بدخشاں پہنچے تو وہاں کی خانقاہ میں ایک بزرگ کو دیکھا جن کا ایک پاؤں کٹا ہوا تھا۔ ان سے باتیں ہوئیں تو فرمایا کہ اس خانقاہ میں' میں عبادت کرتا تھا کہ ایک روز نفسانی خواہش میں مبتلا ہو کر باہر نکلنا چاہا، جیسے ہی ایک پاؤں باہر نکالا، ندا آئی: اے پابندِ عہد! اتنے ہی میں بھول گیا؟ یہ سن کر اس پاؤں کو چھری سے کاٹ کر پھینک دیا، اور چالیس سال سے عالم تحیر میں ہوں کہ قیامت کے دن درویشوں کے ساتھ خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ (انیس الارواح)

اللہ اکبر! کیسا خوفِ خدا ہے کہ جس کی مثال ملنی مشکل ہے!۔

بارگاہِ رسالت کی مقبولیت: اپنے مرشد گرامی کے ساتھ خواجہ غریب نواز نے حرمین طیبین کی زیارت کا شرف بھی حاصل کیا۔ مرشد نے خدا اور اس کے رسول کی بارگاہ میں اپنے محبوب مرید کے لیے دعائیں کیں، پھر مرشد نے خود سنا کہ قبر اطہر سے آواز آئی:

''معین الدین دوستِ ماست او را قبول کردم و برگزیدم۔''

(معین الدین ہمارا دوست ہے، اس کو قبول کیا اور برگزیدگی عطا کی)

پھر مدینہ منورہ ہی سے حضرت خواجہ کو ہندوستان جانے کی بشارت ملی۔ (سید الاقطاب و مونس الارواح)

بارگاہِ رسالت میں یہ مقبولیت بلا وجہ تو نہیں، یہ خواجہ پاک کے ایمان کی پختگی اور زہد و تقویٰ نیز اتباعِ شریعت ہی کا تو ثمرہ ہے۔

بارگاہِ مرشد میں مقبولیت: حضرت خواجہ غریب نواز کو اپنے مرشد سے بے پناہ عقیدت تھی، جس کا صلہ ان کو یہ ملا کہ مرشد نے ان کو بھی اپنا بنا لیا۔ چناں چہ آپ کے مرشدِ گرامی فرماتے ہیں:

''معین الدین محبوب خدا است مرا فخر است بر مریدی او''

یعنی معین الدین خدا کا محبوب ہے اور مجھ کو اس کی مریدی پر فخر ہے۔(سفینۃ الاولیاء،مونس الارواح)

سبحان اللہ! مرشد نے خدا کی محبوبیت کی گواہی دی اوران کی مریدی پر ناز کیا ہے۔ بھلا جسے مرشد چاہیں اور فخر کریں،اس کے مقام ومرتبے کا کون اندازہ لگا سکتا ہے!۔

خوفِ خدا کی کارفرمائی: قیام بغداد کے دوران دجلہ کے کنارے ایک خانقاہ میں گئے جہاں ایک بزرگ مقیم تھے۔حضرت خواجہ نے ان کو سلام کیا،اشارے سے انھوں نے جواب دیا اور بیٹھ جانے کو کہا۔ جب حضرت خواجہ بیٹھے تو بزرگ گویا ہوئے، مجھے پچاس سال ہوئے کہ مخلوق خدا سے جدا ہو کر یہاں بیٹھا ہوں، جیسے تم سفر کرتے ہو، میں بھی ویسے ہی سفر کیا کرتا تھا،سفر کے دوران میرا گزر ایک شہر میں ہوا، جہاں ایک مال دار شخص لوگوں سے معاملات میں سختی کیا کرتا تھا اور گاہکوں کو ستاتا تھا۔بس میں خاموشی سے گزر گیا،اس کو تنبیہ نہ کی۔ندائے غیبی آئی۔اگر تو خدا کے لیے اس مردار دنیا سے باز رہنے کی تلقین کرتا اوراس کو سختی کرنے سے منع کرتا تو وہ تیری بات مان جاتا اور ظلم سے باز آتا۔

جس روز سے میں نے یہ آواز سنی ہے، میں بہت شرمندہ ہوں اوراسی وقت سے اس خانقاہ میں مقیم ہوں۔کبھی اس سے باہر قدم نہیں نکالا۔ مجھے اس بات کا بڑا خوف ہے کہ قیامت کے دن اگراس معاملے میں مجھ سے سوال ہوا تو کیا جواب دوں گا۔میں نے اس تاریخ سے قسم کھالی ہے کہ کہیں نہیں جاؤں گا کہ میری نظر کسی ایسی چیز پر نہ پڑے کہ میں اس سے متعلق پوچھا جاؤں۔(دلیل العارفین)

قیامت میں کیا منہ دکھاؤں گا!: کِرمان میں ایک بزرگ سے ملے جن کے بدن پر گوشت نہ تھا، باتیں بہت کم کرتے،سوچا ان کا حال پوچھوں،تو خود ہی بزرگ نے روشن ضمیری سے جان لیا اور فرمایا: ایک روز میں اپنے دوست کے ساتھ قبرستان گیا۔ اتفاقاً اسی دوست سے لہولعب کی کوئی بات نکلی جس پر میں نے ہنس دیا۔فوراً میرے کان

میں آواز آئی، جس کا حریف ملک الموت ہو اور زیر زمین سانپ بچھو کے درمیان جس کا گھر ہو، اس کو ہنسی سے کیا سروکار۔ جب اس کو سنا فوراً دوست سے جدا ہوا، گھر آیا اور پھر اس غار میں گوشہ نشین ہوگیا۔ اس دن سے میرے اوپر بڑی ہیبت ہے کہ آج چالیس سال ہوئے نہ میں ہنسا، نہ ہی آسمان کی طرف منہ اٹھا کر دیکھا۔ شرمندہ ہوں کہ کل قیامت کے دن اگر سوال ہوا تو کیا منہ دکھاؤں گا اور کیا جواب دوں گا۔ (فوائد السالکین)

آج ہم لوگ عام طور سے قبرستانوں کے آداب سے ناواقف ہیں۔ قبرستانوں میں ہنسنا کھیلنا تو عام بات ہوگئی ہے، یہ واقعہ اپنے اندر بڑا درسِ عبرت رکھتا ہے۔

نماز گئی تو سب کچھ گیا: حضرت خواجہ قدس سرہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ میں شام کے قریب ایک شہر میں تھا، اس کے باہر ایک غار تھا، جس میں ایک بزرگ شیخ محمد الواحد غزنوی علیہ الرحمہ رہتے تھے۔ جن کے جسم پر چمڑا ہی چمڑا تھا، گوشت کا نام بھی نہ تھا۔ سجادے پر بیٹھے ہوئے تھے اور دو شیر اُن کے پاس کھڑے تھے۔ جب ان کی نگاہ مجھ پر پڑی، فرمایا: آجاؤ ڈرو نہیں، جب میں پاس گیا تو آداب بجالا کر بیٹھ گیا۔ فرمایا: اگر تو کسی کا ارادہ نہ کرے گا تو وہ بھی تیرا ارادہ نہ کرے گا، یعنی شیر کی کیا ہستی ہے کہ تو اس سے ڈرتا ہے۔

پھر فرمایا: جب تیرے دل میں خوفِ خدا ہوگا تو سب تجھ سے ڈریں گے، شیر کی کیا حقیقت ہے۔ پھر پوچھا، کہاں سے آنا ہوا۔ عرض کیا، بغداد سے۔ فرمایا: آنا مبارک ہو، لیکن لازم ہے کہ تو درویشوں کی خدمت کرے تاکہ بزرگ بن جائے۔ سنو! مجھے اس غار میں رہتے کئی سال گزر گئے۔ یہاں میں تنہا گوشہ نشینی اختیار کیے ہوئے ہوں اور مخلوق سے دور ہوں اور تیس سال سے ایک چیز کے لیے رو رہا ہوں اور رات دن خوف زدہ رہتا ہوں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں، میں نے پوچھا، وہ کیا ہے؟ فرمایا: جب میں نماز ادا کرتا ہوں تو اپنے آپ کو دیکھ کر روتا ہوں کہ اگر شرائط نماز میں ذرا بھی کوتاہی ہوئی تو نماز گئی اور جب نماز گئی تو سب کچھ گیا۔ پھر کہیں یہ نماز قیامت کے دن میرے منہ پر نہ ماردی جائے تو اے درویش!

یعنی معین الدین خدا کا محبوب ہے اور مجھ کو اس کی مریدی پر فخر ہے۔(سفینۃ الاولیاء، مونس الارواح)

سبحان اللہ! مرشد نے خدا کی محبوبیت کی گواہی دی اور ان کی مریدی پر ناز کیا ہے۔ بھلا جسے مرشد چاہیں اور فخر کریں، اس کے مقام و مرتبے کا کون اندازہ لگا سکتا ہے!۔

خوفِ خدا کی کارفرمائی: قیام بغداد کے دوران دجلہ کے کنارے ایک خانقاہ میں گئے جہاں ایک بزرگ مقیم تھے۔ حضرت خواجہ نے ان کو سلام کیا، اشارے سے انھوں نے جواب دیا اور بیٹھ جانے کو کہا۔ جب حضرت خواجہ بیٹھے تو بزرگ گویا ہوئے، مجھے پچاس سال ہوئے کہ مخلوق خدا سے جدا ہو کر یہاں بیٹھا ہوں، جیسے تم سفر کرتے ہو، میں بھی ویسے ہی سفر کیا کرتا تھا، سفر کے دوران میرا گزر ایک شہر میں ہوا، جہاں ایک مال دار شخص لوگوں سے معاملات میں سختی کیا کرتا تھا اور گاہکوں کو ستاتا تھا۔ بس میں خاموشی سے گزر گیا، اس کو تنبیہ نہ کی۔ ندائے غیبی آئی۔ اگر تو خدا کے لیے اس مردار دنیا سے باز رہنے کی تلقین کرتا اور اس کو سختی کرنے سے منع کرتا تو وہ تیری بات مان جاتا اور ظلم سے باز آتا۔

جس روز سے میں نے یہ آواز سنی ہے، میں بہت شرمندہ ہوں اور اسی وقت سے اس خانقاہ میں مقیم ہوں۔ کبھی اس سے باہر قدم نہیں نکالا۔ مجھے اس بات کا بڑا خوف ہے کہ قیامت کے دن اگر اس معاملے میں مجھ سے سوال ہوا تو کیا جواب دوں گا۔ میں نے اس تاریخ سے قسم کھالی ہے کہ کہیں نہیں جاؤں گا کہ میری نظر کسی ایسی چیز پر نہ پڑے کہ میں اس سے متعلق پوچھا جاؤں۔ (دلیل العارفین)

قیامت میں کیا منہ دکھاؤں گا!: کرمان میں ایک بزرگ سے ملے جن کے بدن پر گوشت نہ تھا، باتیں بہت کم کرتے، سوچا ان کا حال پوچھوں، تو خود ہی بزرگ نے روشن ضمیری سے جان لیا اور فرمایا: ایک روز میں اپنے دوست کے ساتھ قبرستان گیا۔ اتفاقاً اسی دوست سے لہولعب کی کوئی بات نکلی جس پر میں نے ہنس دیا۔ فوراً میرے کان

میں آواز آئی ، جس کا حریف ملک الموت ہو اور زیر زمین سانپ بچھو کے درمیان جس کا گھر ہو، اس کو ہنسی سے کیا سروکار۔ جب اس کو سنا فوراً دوست سے جدا ہوا، گھر آیا اور پھر اس غار میں گوشہ نشین ہو گیا۔ اس دن سے میرے اوپر بڑی ہیبت ہے کہ آج چالیس سال ہوئے نہ میں ہنسا، نہ ہی آسمان کی طرف منہ اٹھا کر دیکھا۔ شرمندہ ہوں کہ کل قیامت کے دن اگر سوال ہوا تو کیا منہ دکھاؤں گا اور کیا جواب دوں گا۔ (فوائد السالکین)

آج ہم لوگ عام طور سے قبرستانوں کے آداب سے ناواقف ہیں۔ قبرستانوں میں ہنسنا کھیلنا تو عام بات ہو گئی ہے، یہ واقعہ اپنے اندر بڑا درسِ عبرت رکھتا ہے۔

نماز گئی تو سب کچھ گیا: حضرت خواجہ قدس سرہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ میں شام کے قریب ایک شہر میں تھا، اس کے باہر ایک غار تھا، جس میں ایک بزرگ شیخ محمد الواحد غزنوی علیہ الرحمہ رہتے تھے۔ جن کے جسم پر چمڑا ہی چمڑا تھا، گوشت کا نام بھی نہ تھا۔ سجادے پر بیٹھے ہوئے تھے اور دو شیر اُن کے پاس کھڑے تھے۔ جب ان کی نگاہ مجھ پر پڑی، فرمایا: آجاؤ ڈرو نہیں، جب میں پاس گیا تو آداب بجالا کر بیٹھ گیا۔ فرمایا: اگر تو کسی کا ارادہ نہ کرے گا تو وہ بھی تیرا ارادہ نہ کرے گا، یعنی شیر کی کیا ہستی ہے کہ تو اس سے ڈرتا ہے۔

پھر فرمایا: جب تیرے دل میں خوفِ خدا ہوگا تو سب تجھ سے ڈریں گے، شیر کی کیا حقیقت ہے۔ پھر پوچھا، کہاں سے آنا ہوا۔ عرض کیا، بغداد سے۔ فرمایا: آنا مبارک ہو، لیکن لازم ہے کہ تو درویشوں کی خدمت کرے تاکہ بزرگ بن جائے۔ سنو! مجھے اس غار میں رہتے کئی سال گزر گئے۔ یہاں میں تنہا گوشہ نشینی اختیار کیے ہوئے ہوں اور مخلوق سے دور ہوں اور تیس سال سے ایک چیز کے لیے رو رہا ہوں اور رات دن خوف زدہ رہتا ہوں۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں، میں نے پوچھا، وہ کیا ہے؟ فرمایا: جب میں نماز ادا کرتا ہوں تو اپنے آپ کو دیکھ کر روتا ہوں کہ اگر شرائط نماز میں ذرا بھی کوتاہی ہوئی تو نماز گئی اور جب نماز گئی تو سب کچھ گیا۔ پھر کہیں یہ نماز قیامت کے دن میرے منہ پر نہ ماردی جائے تو اے درویش!

اگر تو نماز کے حقوق سے عہدہ برآ ہو جائے تو واقعی تو نے بڑا کام کیا، ورنہ تیری عمر ضائع ہی ہوگی۔ پھر یہ حدیث بیان فرمائی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک کوئی گناہ دنیا میں اور کوئی دشمن قیامت میں اس سے بڑھ کر نہیں کہ آدمی نماز کو شرائط کی پابندی کے ساتھ ادا نہ کرے۔ پھر فرمایا: میرے بدن پر جو ہڈیاں اور چمڑا دکھائی دیتا ہے، یہ اسی سبب اور خوف سے ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ آیا مجھ سے نماز کا حق ادا ہوا یا نہیں۔

اس کو بیان کر کے حضرت خواجہ قدس سرہ نے فرمایا: ان بزرگ کی ساری گفتگو کا لب لباب یہ تھا کہ نماز کا معاملہ بڑا اہم ہے۔ اگر سلامتی کے ساتھ اس سے عہدہ برآ ہو سکے تو نجات پا جائے گا ورنہ شرمندگی ہاتھ آئے گی اور منہ دکھانے کے لائق نہ ہوگا۔ (دلیل العارفین، مجلس دوم)

اس کے بعد حضرت خواجہ نے آبدیدہ ہو کر نماز کی مزید اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: نماز دین کا رُکن ہے اور رکن ستون کو کہتے ہیں، جب ستون قائم رہے گا گھر بھی برقرار رہے گا اور اگر ستون ہی نکل جائے گا تو گھر بھی گر پڑے گا۔ جب نماز کے اندر فرض، سنت اور رکوع وسجود میں خلل پڑے گا تو حقیقت اسلام میں خلل آجائے گا کیونکہ نماز ہی دین کا ستون ہے۔

اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے کسی عبادت میں ایسی تاکید نہ کی جیسی تاکید وتشدید (سختی) نماز کے بارے میں کی ہے۔ پھر تفسیر کے حوالے سے ارشاد فرمایا: قیامت کے روز پچاس مختلف مقامات پر مختلف سوالات ہر آدمی سے ہوں گے۔ پہلے مقام پر ایمان کے بارے میں سوال ہوگا، اگر اس کا صحیح جواب نہ دے سکا تو وہیں سے سیدھے جہنم میں بھیج دیا جائے گا پھر دوسرے مقام پر نماز اور دیگر فرائض کا سوال ہوگا۔ اگر صحیح جواب دے سکا تو بہتر ورنہ وہیں سے سیدھے دوزخ بھیج دیا جائے گا۔ پھر تیسرے مقام پر سنت نبوی کی بابت سوال ہوگا، اگر ان سے عہدہ برآ ہو سکا یعنی صحیح ادا کیا تھا اور ٹھیک ٹھیک جواب دے دیا تو رہائی ملے گی ورنہ

موکلوں کے ہاتھوں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مجرم بنا کر بھیجا جائے گا کہ یہ شخص آپ کی اُمت سے ہے، مگر اس نے سنت کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے۔

حضرت خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس بیان کو ختم کر چکے تو زار زار رونے لگے اور فرمایا کہ افسوس اس شخص پر جو قیامت کے روز پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندہ ہوگا اور جوان کی بارگاہ میں شرمندہ ہوگا، کہاں جائے گا؟ (دلیل العارفین)

اُس مسلمانی پر بیس ہزار افسوس: ایک بار نماز قضا کر دینے کی گفتگو چل رہی تھی تو حضرت خواجہ بزرگ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا، وہ کیسے مسلمان ہیں جو نماز وقت پر نہیں ادا کرتے اور اس قدر دیر کر دیتے ہیں کہ وقت ہی گزر جائے، یعنی قضا کر دیتے ہیں اور فرمایا: ان کی مسلمانی پر بیس ہزار افسوس جو اللہ رب العالمین کی بندگی میں کوتاہی کرتے ہیں۔

وقت سے پہلے نماز کی تیاری: حضرت خواجہ نے فرمایا: میرا گزر ایک ایسے شہر سے ہوا جہاں یہ رسم تھی کہ وقت سے پہلے ہی لوگ نماز کے لیے تیار ہو جاتے تھے۔ میں نے پوچھا اس میں کیا حکمت ہے؟ کہا: وجہ یہ ہے کہ جب وقت ہو جلد نماز ادا کریں، جب پہلے سے تیار نہ ہوں گے تو شاید وقت گزر جائے اور نماز فوت ہو جائے۔ پھر کس منہ سے سرکار دو عالم شفیع امم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جائیں گے کیونکہ حدیث میں آیا ہے: **عَجِّلُوْا بِالتَّوْبَةِ قَبْلَ الْمَوْتِ وَعَجِّلُوْا بِالصَّلٰوةِ قَبْلَ الْفَوْتِ.** یعنی مرنے سے پہلے توبہ کے لیے جلدی کرو، اور فوت (یعنی قضا) ہونے سے پہلے نماز میں جلدی کرو۔

دو نمازیں جمع کرنا گناہ ہے: پھر فرمایا کہ امام یحیٰ زندوسی رحمۃ اللہ علیہ کے روضے میں لکھا دیکھا ہے کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **مِنْ اَكْبَرِ الْكَبَائِرِ الْجَمْعُ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ** یعنی سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ فرض نماز میں اس قدر تاخیر کی جائے کہ وقت گزر جائے اور پھر دو نمازیں اکٹھا ادا کرنی پڑیں۔ (دلیل العارفین)

نماز قضا ہونے پر آہ وزاری: اس کے بعد چند احادیث نماز کی فضیلت میں بیان کر کے فرمایا: ایک مرتبہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے صبح کی نماز قضا ہوگئی تو اس قدر روئے اور آہ وزاری کی کہ بیان نہیں کی جا سکتی۔ آواز آئی کہ اے بایزید! ایک نماز فجر کے فوت ہونے پر تو نے اس قدر آہ وزاری کی، جا میں نے تیرے اعمال میں ہزار نمازوں کا ثواب لکھ دیا ہے۔ یہ اللہ والے ہیں جو صرف ایک نماز قضا ہونے پر آہ وزاری کرتے ہیں اور ہم ایسے قسی القلب واقع ہوئے ہیں کہ نمازوں پر نمازیں قضا ہو رہی ہیں مگر ذرا بھی فکر نہیں کرتے!۔

تاخیر نماز پر کفارہ: پھر فرمایا: ایک مرتبہ امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شام کی (یعنی مغرب کی) نماز ادا کی، جب آسمان کی طرف دیکھا تو ستارہ دکھائی دینے لگا۔ نہایت غمزدہ ہوئے، اندر گئے اور اس کے کفارے میں ایک غلام آزاد کیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ حکم ہے کہ جب سورج غروب ہو جائے تو فوراً نماز ادا کرو، ایسا کرنا سنت ہے۔

یہ صرف تاخیر پر کفارہ ہے اور ہم نماز قضا بھی کر دیتے ہیں تو کسی کفارے کا خیال تک نہیں لاتے!۔

جھوٹی قسم اور نماز چھوڑنے والوں پر عذاب: اس کے بعد ایک واقعہ یہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ بغداد کی جامع مسجد میں ایک ذاکر مولانا عماد الدین بخاری رہتے تھے جو نہایت صالح اور نیک مرد تھے۔ یہ حکایت میں نے ان سے سنی کہ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دوزخ کے بارے میں فرمایا کہ اے موسیٰ! میں نے دوزخ میں ایک وادی ''ہاوِیہ'' پیدا کی ہے جو ساتواں دوزخ ہے اور سب سے زیادہ خوفناک و سیاہ ہے۔ اس کی آگ بھی سیاہ اور نہایت سخت ہے اس میں سانپ بچھو بہ کثرت ہیں۔ وہ ایسے گندھک کے پتھروں سے ہر روز تپایا جاتا ہے کہ اس گندھک کا ایک قطرہ دنیا میں آجائے تو تمام پانی ہی خشک ہو جائے اور تمام پہاڑ اس کی تیزی سے گل جائیں اور اس کی گرمی سے زمین پھٹ جائے۔ اے موسیٰ! ایسا عذاب دو شخصوں کے لیے بنایا ہے۔ ایک

وہ جو نماز ادا نہیں کرتا، دوسرے وہ جو میرے نام کی جھوٹی قسم کھاتا ہے۔

سچی قسم کا کفارہ: پھر فرمایا: ایک بزرگ خواجہ محمد اسلم طوسی نے ایک مرتبہ کسی کام کی خاطر سچی قسم کھائی۔ اس وقت وہ حالت سکر (مدہوشی) میں تھے، جب حالت صحو (ہوش) میں آئے، پوچھا، کیا آج میں نے قسم کھائی ہے؟ کہا گیا، ہاں۔ فرمایا چوں کہ آج سچی قسم کھانے پر میرے نفس نے جرأت کی ہے۔ کل جھوٹی قسم کی جرأت کرے گا۔ اس لیے بہتر ہے کہ جب تک زندہ رہوں بات ہی نہ کروں۔ اس کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے، لیکن کسی سے کلام نہ کیا کہ یہ اس سچی قسم کا کفارہ تھا جو انہوں نے ایک مرتبہ کھائی۔ اس کے بعد کسی نے پوچھا کہ اگر ان کو ضرورت پڑتی تو کیا کرتے تھے۔ فرمایا: اشاروں سے کام لیتے تھے۔ (دلیل العارفین مجلس سوم)

اس سے جھوٹی قسم کھانے والے سبق لیں جو بلا تکلف جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں اور خدا کا کچھ بھی خوف نہیں کرتے!۔

اس کے علاوہ اور بھی واقعات ہیں جنہیں اختصار کے پیش نظر ترک کیا جارہا ہے۔ ان کے علاوہ حضور سیدنا خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ زیر زمین آرام فرما بزرگوں کی زیارت سے بھی مشرف ہوتے رہے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری (مصنف کشف المحجوب) کے آستانے پر لاہور شریف حاضری دی۔ شیخ ابو یوسف ہمدانی (م: ۵۳۵ھ) حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی م: ۴۲۵ھ) اور حضرت شیخ عبداللہ انصاری (م: ۴۸۱ھ) کے مزارات پر حاضری دی، مراقبہ کیا، فیوض وبرکات حاصل کیے۔ سیر العارفین میں لکھا ہے جب حضرت شیخ عبداللہ انصاری کے مزار پر شب بیداری کرتے تو عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرماتے۔

یہ واقعات اور ارشادات ان عقیدت مندانِ خواجہ غریب نواز کے لیے درسِ عبرت ہیں جو صرف خواجہ کا دم بھرتے ہیں مگر عمل کے میدان میں کورے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محبوبوں اور مقبولوں کے نقشِ قدم پر چلنے اور ان کے احوال واقوال سے عبرت لینے کی توفیق دے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ